دواسازی کے طریقے بتائے، آلات کے نقشے دیئے ہین، مختلف دواؤن کی تیاری مین جو تدبیرین اور احتیاطین لازم ہین انکو بتایا ہے، یہ کتاب یونانی عطارون اور ذاتی دواسازون کے لئے بیحد مفید ہوگی، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، قیمت ۱۲ ار

تاریخ ملل قدیمہ، اقوام قدیمہ یعنی مصری، بابلی، کلدانی، یہودی، فنیقی قومون کی مختصر تاریخ جو اصلاً فرانسیسی مین لکھی گئی تھی اور جسکو ذکاء الملک ایرانی سابق وزیر تعلیمات ایران نے فارسی مین منتقل کیا تھا، سیّد محمود اعظم صاحب فہمی نے اب اُردو مین اسکا ترجمہ کیا ہے، اور انجمن ترقی اُردو نے اپنے سلسلہ مین اسکو شایع کیا ہے، ترجمہ صاف اور سلیس ہے، جابجا عمارات اور یادگارون کی قلمی تصویرین اور ممالک کے نقشے ہین، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، تقطیع میانہ ۲۴۷ صفحات، قیمت مجلد ؎۲، دفتر ترقی اُردو، اورنگ آباد دکن۔

اسرار شریعت، ۵۷ صفحون کا ایک رسالہ ہے، جسمین مولوی حکیم عبد الہادی صاحب نے مذہب اسلام کے مختلف فرائض، وضو، نماز، اوقات نماز وغیرہ کے اسرار وحکم بتائے ہین، اور بعض جدید انکشافات وایجادات کی مصلحتین ظاہر کی ہین امید ہے کہ عام مسلمانون کو اسکے مطالعہ سے فائدہ ہوگا، لکھائی چھپائی کاغذ معمولی، قیمت ۸ر مصنف سے مٹیا محل دہلی کے پتہ سے طلب کیجئے،

انتخاب گلابی اُردو اب عام لوگون مین اور خصوصاً جدید النشوء عربی تعلیم یافتون مین یہ مذاق پیدا ہورہا ہے کہ عجیب وغریب کنیتون اور نامانوس اسماء وانساب کے ذریعہ سے لوگون مین اپنا ایک فرضی بھرم قائم کرین، یہ رسالہ جناب ابو القدس؟ حافظ صدیق رشاد توحیدی؟ عرف ملا ربوزی صاحب فاضل الہیات نے ظریفانہ رنگ اور قدیم مولویانہ زبان مین لکھا ہے، اور اس مین مختلف سیاسی واصلاحی مسائل پر بحثین کی ہین، ممکن ہے کہ مصنف کا نام بھی کتاب کے ظریفانہ رنگ اور قدیم مولویانہ طرز تسمیہ کی تقلید ہو، تاکہ تصنیف ومصنف مین حسب اصول بلاغت مقتضاے حال کی مطابقت ہو قیمت ۸ر

مجلد ہشتم	ماہ ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ مطابق نومبر ۱۹۲۱ء	عدد پنجم

مضامین

شذرات

مین نے ابتک قصداً اپنے احباب اور عام ناظرین کو اس سے مطلع نہ کیا کہ اثناے سفر یورپ مین میری صحت کسدرجہ خراب ہو گئی تھی اور جسکا سلسلہ ابتک بدستور باقی ہے، روزانہ درد گردہ و درد جگر کے حملے ہوتے رہتے ہین، وزن ۱۰ پونڈ کے قریب کم ہو گیا ہے، انہین حالات مین انتہائی جانگداز خانگی حوادث بھی پیش آتے رہے، غرض میری زندگی کا یہ پورا سال بیماری اور تیمارداری مین بسر ہو گیا، اس حالت مین کچھ تو اطبا کے مشورہ کی بنا پر اور زیادہ تر خود اپنی پریشان دلی اور پراگندہ خاطری کی باعث اس سال بہت کم دماغی محنت گوارا کر سکا، علاوہ ازین ملکی حالات نے اطمینان و سکون کی دولت سے محروم کر رکھا ہے، یہی وجوہ ہین جنکی بنا پر امسال حسب معمول سیرت کا تیسرا حصہ (معجزات) ابتک پریس مین نہ جا سکا، اب باوجود صحت کی خرابی اور خیالات کی پریشانی کے یہ عزم کر لیا ہے کہ دسمبر تک یہ حصہ پریس مین بھیجدیا جائے۔

سیرۃ نبوی جلد اول کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تھا، اکثر شائقین کا اصرار تھا کہ سیرت کا دوسرا ایڈیشن ۲۶×۲۰ کی عام تقطیع پر شایع ہو، چنانچہ ۵۰۰ صفحون پر یہ جلد چھپکر ختم ہو گئی ہے۔

سیر الصحابہ کی تین جلدین مطبع مین زیر طبع و زیر کتابت ہین، ۱۳۴۶ھ کے آغاز تک امید ہے کہ یہ تمام جلدین تکمیل کو پہنچ سکین۔

اس مہینہ کی ڈاک مین یورپ سے جو نئی کتابین موصول ہوئی ہین، ان مین نوین صدی ہجری کے ایک عرب ناخدا ابن ماجد نام، ملقب بہ اسد البحر کی تصنیف "الفوائد فی اصول البحر والقواعد" ہے، ماہوار دو جزء یہ کتاب پیرس سے شایع ہو رہی ہے، مصنف نے اسپین اسپین و پرتگال سے بحر عرب تک کے بحری راستون کو بیان کیا ہے، اور جہاز رانی کے اصول و قواعد لکھے ہین، دوسری کتاب نجم الدین شیرازی کی الحاوی فی علم التداوی ہے، جو فرنچ ترجمہ کے ساتھ بیروت مین چھپی ہے اور جسمین مصنف نے مرکب ادویات کو جمع کیا ہے، تیسری کتاب براؤن کی طب عربی (انگریزی) ہے جسمین عربی کی ابتدائی پانچ صدیون کی طب کی تاریخ ہے، یہ وہی کتاب ہے جسپر اکتوبر کے معارف مین ریویو نکل چکا ہے۔

یوچج ایک ممتاز چینی مسلمان نے چینی زبان مین آنحضرت صلعم کی سیرت لکھی تھی، جسکے آخر مین چین مین اسلام کی حالت کی تفصیل ہے، مشہور دشمن اسلام پادری زویمر نے خدا جانے کس نیت سے اسکا انگریزی مین ترجمہ کرایا ہے، کتاب ابھی چھپکر شایع نہین ہوئی، دیکھنے کی چیز ہوگی، یہ خبر ہندوستان کے ہزارون انگریزی دان مسلمانون کو غور سے پڑھنا چاہیئے، جنکی ہمتین سیرۃ نبوی کے ترجمہ سے قاصر ہین۔

ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ کے ایک نوٹ سے معلوم ہوا کہ مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کی جلدین شایع ہونا شروع ہو گئین، مرہٹی قوم مین یہ تخیل پیدا ہوئے بہت زیادہ عرصہ نہین گذرا ۱۹۱۶ء مین بمقام ناگپور ایک کمپنی اسکی تالیف و اشاعت کی غرض سے قائم ہوئی، پونہ کے مشہور مرہٹہ عالم ڈاکٹر کیتکر

اُسکے جنرل ایڈیٹر قرار پائے، اور یہ طے ہوا کہ کتاب بڑی تقطیع پر پانچ پانچ سو صفحے کی ضخامت کی بیس بیس جلدون مین شائع ہو، جنمین سے ابتدائی پانچ جلدین عام ارتقاے تمدن و علوم و فنون کے لئے وقف ہون، اور باقی پندرہ جلدون مین حروف تہجی کی ترتیب سے مضامین و مقالات ہون، پچھلے دنون پہلی دو جلدین طبع ہوکر شائع ہوگئی ہین، تیسری زیر طبع ہے، اور بقیہ کی بھی جلد شائع ہونے کی توقع ہے، مرہٹی زبان کے فضلا، و اہل قلم اس کامیابی پر سارے ہندوستان کی علمی برادری کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہین، اور ادب اُردو کے خدمت گذار بھی بصدق دل اپنا تہنیت نامہ پیش کرتے ہین۔

یاد ہوگا کہ عین اسی زمانہ مین جبکہ مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کا تخیل قائم ہو رہا تہا، بعض دماغ اُردو انسائیکلوپیڈیا کا بھی خواب دیکھہ رہے تھے، اسوقت ہم اور وہ تخیل کی ایک ہی سطح پر تھے، لیکن آج اس پانچ سال کے وقفہ کے بعد؟ اُن کا منصوبہ عملی شکل مین تبدیل ہوکر اُن کا ایک عظیم الشان کارنامہ بنگیا ہے اور ہمارا خواب ابتک خواب ہی ہے، اُن کے ہان سر بفلک عمارت تیار ہوگئی ہے، اور ہماری زمین کی سطح بھی ابھی ہموار نہین ہوسکی ہے، وہ سفر کی سختیان طے کرکے منزل مقصود تک پہنچ گئے ہین، اور ہم عالم تصور مین صداے جرس ہی سے لطف اُٹھا رہے ہین۔

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا

ہم محوِ نالۂ جرسِ کاروان رہے

لیکن اس فرق کے اسباب کیا ہین؟ کیا اُردو زبان بمقابلہ مرہٹی کے مفلس و نادار ہے، اور عالمانہ مضامین کی متحمل نہین ہوسکتی؟ کیا اُردو زبان کے اہل قلم بمقابلہ مرہٹی کے نااہل و ناقابل ہین؟ کیا اُردو بولنے والون کی تعداد مرہٹی بولنے والون سے کم ہے؟ کیا اُردو کا حلقۂ اثر مرہٹی سے زیادہ مختصر و محدود ہے؟ کیا اُردو والے مرہٹی والون سے زیادہ بے زر و بے مایہ اور مصارف تالیف و اشاعت کے برداشت کرنے کے ناقابل ہین؟ اگر ان سب سوالات کا جواب نفی مین ہے تو پھر آخر ہمارے اُن کے طرز عمل مین اس بعد المشرقین کا کیا سبب ہوسکتا ہے؟ وہ قوم جسکو آج سے چند سال پیشتر اپنی سیاسی اہمیت کا دعوی تہا، اور آج بھی اپنے ماضی پر نازان ہے، کاش اس مسئلہ پر کبھی غور کرے!

خیر، عقلاے قوم کا تو جو فیصلہ ہوگا وہ ہوگا۔ البتہ عاقل مطلق کی پیشگاہ ازل سے یہ فیصلہ بار بار جلی اور صاف صادر ہوچکا ہے کہ انسان کو جو کچھ خرابیان پیش آتی ہین، وہ سب خود اُسی کے ہاتہہ کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہین، وَمَا اَصَابَکَ مِن سَیِّئَۃٍ فَمِن نَّفسِکَ (نساء - ع ۱۱) اور اگرچہ بہت سی خطاؤن سے درگذر بھی ہوتا رہتا ہے، پھر بھی جتنے مصائب جس کسی کو بھی پیش آتے ہین، سب اپنی ہی زشتیٔ اعمال کا ثمرہ ہوتے ہین، وَمَا اَصَابَکُم مِّن مُّصِیبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَت اَیدِیکُم وَیَعفُوا عَن کَثِیرٍ (شوری، ع ۴) یہ ہمہ گیر قانون افراد کے لئے مخصوص نہین، اقوام کی زندگی کا مد و جزر بھی اسی کلیہ کی ماتحتی مین ہوتا رہتا ہے، اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَومٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنفُسِہِم (رعد - ع ۲) قوم کا بناؤ بگاڑ، اُتار چڑھاؤ، عروج و زوال، ترقی و تنزل، سب کچھ اسی کے ہاتھ مین ہے اسوقت جن معاملات مین جو کچھ بھی خرابیان رُونما ہو رہی ہین، ان سب کے اسباب کے لئے قوم کو باہر نہین بلکہ اپنے اندر تلاش کرنا چاہیئے۔

مملکت روس کا نام آج سے کچھ ہی عرصہ قبل جبارانہ سطوت و اقتدار کے مرادف تہا، غریب ترکی پر تو اُسکی خاص عنایت رہتی تھی، لیکن ترکون کے علاوہ بھی ساری دنیا پر اُسکی دہاک بیٹھی ہوئی تھی، "زار" کا وجود چنگیز و ہلاکو، نیرو و ہنیبال کی روایات رکھے ہوئے تہا، اور بڑے بڑے تاجدار سلاطین تک اسکے نام سے دہشت کہاتے رہتے تھے، اور تو اور خود برطانیہ عظمی کے قلب پر اس کا خوف

مسلط رہتا تھا اور روسی شقاوت ضرب المثل کے درجہ تک پہنچ چکی تھی، جاپان نے میدان جنگ مین اسکا غرور توڑا، پھر بھی اُسکی ہیبت دلون سے دور نہ ہوئی، اور یہ بدبخت حکومت پورے کروفر اور انتہائی غرور قوت وجاہ کے ساتھ فرعون مصر کی سنت ادا کرتی رہی، دنیا اسکے نام سے بدستور لرزتی رہی، اور نیکی وسعادت، ہمدردی وانسانیت اسکے سایہ سے پناہ مانگتی رہی، تاآنکہ ۱۹۱۷ء مین قہر الٰہی انقلاب حکومت کی شکل مین نازل ہوا، اور مجرمین کیفر کردار تک پہنچنے لگے۔

سال رواں مین یہ عذاب الٰہی قحط ووبا کی صورت مین نمودار ہوا، اسکی جو ہولناک و عبرت انگیز تفصیلات کئی مہینون تک انگریزی اخبارات کے ذریعہ سے موصول ہوتی رہین، وہ بڑے سے بڑے شقی القلب کا بھی دل ہلا دینے کے لئے کافی ہین، جنوری سے جولائی تک سات مہینے کے عرصہ مین سرکاری اعداد کے بموجب ۱۱۰۸۷ واردا تین ہیضہ کی ہوئین، اور قحط زدون کا اندازہ تین کرور نفوس تک کیا جاتا ہے، جنمین سے ۹۰ لاکھ صغیر سن بچے ہین، اور بخار، طاعون، وغیرہ دیگر امراض سے جسقدر نفوس نذر اجل ہوے ہین، اُن کا کوئی شمار نہین، والدین اپنی اولاد کو برائے نام معاوضہ پر فروخت کر رہے ہین، اور متعدد خاندان دن مین ایک وقت پیٹ بھر کر کھانا ملنے کے معاوضہ مین لڑکے بان اپنے لئے خطِ غلامی لکھے دیتے ہین، درختون کی پتیان تک خشک ہو گئی ہین، اکثر مقامات پر لوگون کی غذا گھاس رہ گئی ہے، اور بعض مقامات پر گھاس تک ناپید ہو گئی ہے، انتہا یہ ہے کہ ٹڈیان اپنے چرنے چگنے کا کوئی سامان نہ پاکر لاکھون کی تعداد مین مر رہی ہین، قحط زدہ بچون کے چلانے اور بلبلانے کی جانگداز آواز دور دور تک جاتی ہے، اور بعض بعض سڑکین انسانی نعشون سے پٹی ہوئی ملتی ہین، !

جرمنی، فرانس، و انگلستان مالی وطبی امداد بھیج رہے ہین، لیکن ابتک تمام تدابیر ناکام رہی ہین۔

خیال کرو، یہ اس ملک کا حال زار ہے جو کل تک اپنے تمدن، اپنی شایستگی، اپنے علوم وفنون اور سب سے بڑھکر اپنی جنگی قوت وفوجی عظمت پر مغرور تھا، کل تک جو ملک اپنی جبارانہ حکومت و چیرہ دستی کے لئے ضرب المثل تھی، آج وہ نکبت وادبار کے رُوح فرسا عذاب مین گرفتار ہے، کل تک جن زبانون پر مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً (ہم سے بڑھکر قوت مین اور کون ہے) جاری رہتا تھا، آج وہی زبانین نالہ وفریاد، تضرع والحاح مین مصروف ہین، لیکن اب یہ سب بیسود ہے، تمرد وسرکشی نخوت وغرور کا یہ نتیجہ لازماً نکلنے والا تھا اور نکل کر رہا، ذٰلِکُم بِمَا کُنتُم تَفرَحُونَ فِی الاَرضِ بِغَیرِ الحَقِّ وَبِمَا کُنتُم تَمرَحُونَ (یہ سزا ہے اسکی جو تم زمین پر ناحق اترانے تھے اور اکڑتے رہتے تھے) روس کی مثال دنیا کی تاریخ مین کوئی نہین مثال نہین، آج سے قبل جب جب قومون نے ظلم کیا ہے، یا موجودہ مغربی اقوام کی طرح رعونت ونمود کو جزو زندگی بنالیا ہے تو ہمیشہ اُن کا انجام ہلاکت وبربادی ہی ہوتا رہا ہے

وَتِلکَ القُرٰی اَہلَکنٰہُم لَمَّا ظَلَمُوا وَ جَعَلنَا لِمَہلِکِہِم مَوعِدًا۔

(کہف - ع ۸)

اور یہ بستیان اُنہون نے جب ظلم کیا تو ہم نے انہین ہلاک کر دیا، اور ہم نے انکی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کر رکھا تھا۔

وَکَم اَہلَکنَا مِن قَریَۃٍ بَطِرَت مَعِیشَتَہَا فَتِلکَ مَسٰکِنُہُم لَم تُسکَن مِن بَعدِہِم اِلَّا قَلِیلًا وَکُنَّا نَحنُ الوٰرِثِینَ۔

(قصص - ع ۶)

اور ہم نے بہت سی ایسی بستیون کو ہلاک کر دیا، جو افراط معاش کے باعث غرور کرنے لگی تھین، تو اب یہ انہین لوگون کے مکانات ہین انکی ہلاکت کے بعد بجز شاذ و نادر کے آبادہی نہین ہوئے، اور ہم ہی اُن کے مال ومتاع کے وارث ہوئے۔

تمدن جدید نے آخرت وعاقبت کے خیال کو علانیہ ایک وہم پرستی وضعیف الاعتقادی قرار

دیدیا ہے، اور اپنا تعلق تمامتر دنیوی ترقی و مادی زندگی سے رکہا ہے، لیکن حیات مادی مین بھی جب اسکی بہترین ساعی کا نتیجہ ہلاکت و بربادی کی صورت مین نکل رہا ہے، اور تمام تدابیر تحفظ پیہم ناکام ثابت ہورہی ہین، تو خدارا یہ بتایا جائے کہ ان تجربات و مشاہدات کے ہوتے ہوے اسی بت کو پوجتے رہنا اور اسی چبائی ہوئی ہڈی کو چباے جانا کونسی دانشمندی و خوش فہمی ہے، آپ کہین گے کہ تمدن کو ترک کرکے دنیوی فلاح و ترقی کیونکر ممکن ہے، لیکن عرض یہ ہے کہ تمدن کو اختیار کرکے دنیوی فلاح کیونکر ممکن ہے، پہلی صورت کے خلاف تو آپ کوئی تجربہ پیش ہی نہین کرسکتے، لیکن دوسری صورت کا تجربہ تو ہزار دن سال سے ہو رہا ہے، عہد اساطیر سے قطع نظر کیجئے، اس دور کو لیجئے، جسپر یورپ "خالص تاریکی" ہونیکا اطلاق کرتا ہے، یونان، رومہ، ایران، ہندوستان، ٹرکی، روس، جرمنی، سب کہین جی کھول کر برکات تمدن کا تجربہ کیا جاچکا ہے، اگر کسی ایک مقام مین یہ تجربہ بالآخر مادی حیثیت سے بھی کامیاب رہا ہو تو اس قابل زیارت شہر یا ملک کا نام ارشاد فرمایا جائے۔

جب یہ صورت ہے تو کیا ہرج ہے کہ ایکبار ذرا ترتیب عمل کو معکوس کرکے تجربہ کیجئے، یعنی تکلفات کی جگہ سادگی کو، قوانین کی جگہ آزادی کو، تقریر کی جگہ سکوت کو، رعب و داب کی جگہ بے تکلفی کو، عقل کی جگہ نقل کو، انتقاد و ارتیاب کی جگہ اعتماد و اعتقاد کو، فربہی و توانائی کی جگہ ضعف و لاغری کو، بلند نظری و حب جاہ کی جگہ قناعت و توکل کو، سیری کی جگہ گرسنگی کو، تعلیم کی جگہ ناخواندگی کو، اور جسم کی جگہ روح کو دیکر کم از کم ایک بار تو تجربہ کرلیا جائے، اگر ناکامی ہوئی تو جہان اتنک بیشمار ناکامیان ہوچکی ہین ان پر صرف ایک کا اور اضافہ ہوجائیگا، اور یہ کوئی ایسا نقصان نہین، باقی اگر کامیابی ہوگئی تو جو کچھ مل سکتا ہے سب مل کر رہیگا، عارفِ قونیہ کی آواز سات سو برس سے اس تجربہ کا صلاے عام دے رہی ہے۔

چندگاہے بے لب و بے گوش شو　　دانگہان چون لب حریف نوش شو

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش　　خواجہ یک روز امتحان کن گنگ باش

چند پختی تلخ و تیز و شور و گند　　ہم یکے بار امتحان شیرین بہ پز

چند خوردی چرب و شیرین از طعام　　امتحان کن چند روزے در صیام

چند شبہا خواب را گشتی اسیر　　یک شبے بیدار شو دولت بگیر

روزہا بردی بسر در ہزل و جد　　روزکے دو جہد را شو مستعد

حضرت اکبر الہ آبادی کی وفات کو چند ماہ گذر چکے، انکی سی شخصیت اگر کسی دوسری قوم مین گذری ہوتی تو اسوقت خدا معلوم کتنے تعزیتی جلسے ہوچکے ہوتے، متعدد سوانح عمریان لکھی جاتی ہوتین اور کوئی موزون یادگار قائم ہوچکی ہوتی، لیکن اکبر کا تعلق اس قوم سے تہا، جسکے ہان اعتراف کمال کا دستور مدت ہوئی مٹ چکا ہے، آج تک کسی نے (الا ماشاءاللہ) ان کے واقعۂ وفات پر توجہ بھی نکی، مرنیوالے ظریف کو انکی نہ امید تھی، نہ پروا، وہ خود صاف کہہ گیا تہا۔

از "کیبنٹ" طمع جلسہ نداریم اکبر

شعرم اندر پس من مدح سرایم باقی است

مقالات

خلافت عثمانیہ

اور

دنیاے اسلام

(۱)

مسئلہ خلافت پر میرے تاریخی مضامین پڑھنے والون کو یہ معلوم ہوگا کہ خلافت اسلامیہ اور دنیاے اسلام کے باہمی تعلقات کا نظام اساسی کیا تھا؟ اعتقاداً اور ذہناً تو ہمیشہ اور عملاً اکثر یہ سمجھا جاتا تھا کہ تمام دنیاے اسلام کا رئیس، امام اور حاکم اعلیٰ ایک شخصیت ہے، جسکا نام امام اکبر یا خلیفہ تھا، تمام دوسرے اسلامی ممالک جو گو براہ راست اسکی حکومت مین نہ تھے، تاہم وہ اسکے مذہبی حیطۂ اقتدار سے باہر نہین سمجھے جاتے تھے، ان ملکون کے مسلمان بادشاہ، امام وقت اور خلیفۂ عصر کے نائب اور قائم مقام مانے جاتے تھے، اس طریقہ پر گویا ایک عظیم الشان اسلامی جمہوریت متحدہ کا دنیا مین وجود تھا، اسلام کے تمام مذہبی مقامات، بیت المقدس و حرمین اور دیگر مقدس یادگارون کا وہ حامی اور محافظ اور دنیا مین اسلام کی عزت و حرمت کا امین اور نقیب اور غیر اسلامی ملکون مین مسلمانون کا پشت پناہ اور ملجا ہوتا تھا۔

خلافت عباسیہ مین جب تک دم رہا حتی المقدور وہ اس فرض سے غافل نہین رہی، لیکن اسمین بھی شک نہین کہ تاریخ مین ایسے مواقع بھی آئے کہ خلافت کا مرکز کبھی کمزور ہاتھون مین آگیا، اور کبھی مسلمان سلاطین نے اپنی چیرہ دستی اور غرور و نخوت سے نیابت کا حق ادا نہین کیا، بغداد کی

عباسی خلافت بہرحال ایک سیاسی قوت تھی، مگر مصر آکر اسکا اقتدار بہت حد تک صرف مذہبی اور رسمی رہ گیا، تاہم مصر کے ملوک سلاطین جو عباسی خلفا کے نائب اور تقلیدی (دار گو کیٹیو) طاقت تھے جب تک مضبوط رہے، ان کے کارنامے مصر سے باہر دوسرے اسلامی ملکون مین خلافت ہی کے کارنامے سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ہندوستان، ایران، روم، ترکستان وغیرہ مین اُن کا اسی حیثیت سے اعزاز و احترام تھا، اور انہین خلفا کے نام کے خطبے ان ملکون مین پڑھے جاتے تھے، اور اسطرح اسلام کی جمہوریت عظمیٰ کا ایک ڈھانچ قائم تھا۔

نوین صدی کے اواخر مین دنیاے اسلام کے نقشہ پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ اس عظیم الشان جمہوریت کا قالب بیجان ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے، اسکے دماغ و دل (خلافت مصر) کی کمزوری اور ضعف کا یہ حال پہنچا ہے کہ وہ دور کے اجزاے بدن کی تو کیا آس پاس کے اعضا کی قوت کا سہارا بھی نہین رہے ہین، بڑی بڑی سلطنتین اور حکومتین چھوٹی چھوٹی ریاستون، امارتون اور ٹکڑیون مین بٹ گئی ہین، ہندوستان سے لیکر اسپین تک تمکو یہی کیفیت اور یہی نقشہ نظر آئیگا، ہندوستان کی طاقت سندھ، گجرات، مالوہ، احمد نگر، بیجاپور، برہان پور، بیدر، کشمیر، جونپور، بنگال، دہلی وغیرہ صوبہ دار ٹکڑیون مین منقسم ہوگئی ہے، ترکستان مین بخارا، بلخ، خوارزم، مرو، کاشغر مین ہمیون خان چھوٹی چھوٹی ریاستون پر حکمران ہین، روس کا علاقہ کریمیا، قازان، استراخان مین بٹ گیا ہے، علاقہ قفقاز مین آذربائجان، داغستان، گرجستان، سب بکھرے ہوئے اجزا ہین، افغانستان و خراسان مین مختلف تیموری شہزادے اور ترکمانی امرا، ادہر اُدہر قسمت آزمائی کر رہے ہین، عراق ایک مستقل حکومت ہے، مصر و شام مین ملوک سلطانون کی سلطنت ہے، عرب چھوٹے چھوٹے شیوخ مین بٹا ہوا ہے، یہانتک کہ یمن مین تو ایک ایک شہر کا الگ الگ امیر ہے، حجاز شرفا کے ایک خاندان کے ماتحت تھا جو کبھی مصر کے زیر اثر ہوجاتے تھے اور جب کبھی موقع ملتا تھا، امام یمن سے ساز باز کر لیتے تھے، امام یمن اور سلطان مصر مین

ایک سلسلۂ جنگ برپا تھا، مصر کے پار سوڈان، طرابلس، تونس، الجزائر، فاس، کتنی ہی ریاستین تھین
اسپین کی ایک سلطنت کے غرناطہ، قرطبہ، طلیطلہ، شاطبہ، حمص بطلیوس کتنے ٹکڑے ہوگئے تھے
جنمین سے اب حرف ایک یادو باقی تھے، غرض خانوادۂ اسلام کا ایک ایک گھر اُجڑ گیا تھا اور جامۂ
خلافت کا تار تار الگ ہوگیا تھا -

لسان الدین خطیب اسلامی دربار اندلس کے آخری وزیر نے نوین صدی کے آخر مین اسی
موقع کے لئے یہ اشعار کہے ہین،[1]

حتی اذا سلک الخلافۃ انتثر   وذہب العین جمیعًا والاثر

جب خلافت کا ہار بکھر گیا ہے   اور اصل ونشان دونون مٹ گئے ہین

قام بکل بقعۃ ملیک   وصاح فوق کل غصن دیک

تو زمین کے ہر ٹکڑہ مین ایک ایک بادشاہ بن بیٹھا ہے اور ہر شاخ پر ایک ایک مرغ اپنی آواز لگا رہا ہے،

وکثر العادی بہا والخائف   واقتسمت اقطارہا الطوائف

ظالمون اور مظلومون دونون کی کثرت ہی اور ملکون کو چھوٹے چھوٹے جتھون نے بانٹ لیا ہی،

وطمحت للفتنۃ الرقاب   وکثرت فی قومہا الالقاب

گردنین فتنہ کیلئے اٹھہ گئی ہین اور لوگون مین حرف بڑے بڑے القاب شاہانہ کی کثرت ہوگئی ہے

والدین فی اثناء ہذا ینتہب   والروم تستصفی النفوس والذہب

دین اسلام پر اسی درمیان مین ڈاکے ڈالے جارہے ہین اور یورپ کے عیسائی جان و مال پر قبضہ کرتے جاتے ہین

---

[1] یہ اشعار خطیب کی تصنیف رقم الحلل فی نظم الدول، مطبوعۂ تونس صفحہ ۷۴ مین ہین، خطیب نے اس کتاب
مین تاریخ اسلام کے بعض ابواب اور اندلس اور مغرب اقصی کے تمام واقعات کو نظم کردیا ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ
ہمارے عربی طلبہ کے نصاب تعلیم مین داخل ہو -

اذ صادفت کلمۃ مفرقۃ   وملۃ بادہا باشرقۃ

کیونکہ وہ دیکھتے ہین کہ مسلمانون مین افتراق ہی اور اسکا نتیجہ یہ ہی کہ ان مصائب سے دین ملت کا گلا گھٹ رہا ہی -

اسوقت مسیحی یورپ کے صلیبی نبرد آزما، مصر کے ایوبی اور مملوک سلاطین کی تلوارون سے
شکست کہا کر اسلام کے خلاف اپنی تجویزون کا نقشہ بدل رہے تھے، اُن کا پہلا نقشہ یہ تھا کہ یورپ کے
کل مسیحی طاقتین مل کر ارض مقدس کو اسلام کے ہاتھون سے چھین لین، مسلسل دوسو برس کی
زور آزمائیون سے انکو یہ معلوم ہوگیا کہ یہ اسطرح براہ راست ناممکن ہے، کامیابی کا اصلی راستہ یہ ہی کہ
اسلام کی طاقت کو رفتہ رفتہ کمزور کیا جائے، "ارض مقدس" صرف ایک فلسطین مین نہین بلکہ کرۂ
عالم مین زمین کے جس رقبہ پر بھی ہلال کا علم لہراتا ہے وہ سب "ارض مقدس" ہے، اور وہ صلیب
کا حصہ ہے! اس تجویز کی کامیابی کے لئے ان کے دوصد سالہ تجربہ نے انکو بتایا کہ "مقصود دلی" کو
مذہب کے رنگ کے بجائے، عام سیاست، تجارت، علمی تحقیقات، اور مشرق کی قلیل التعداد اقوام
کی حفاظت کے عام انسانی فرائض کے رنگ مین اسکو نمایان کیا جائے، اور بجائے اسکے کہ اپنی فوجون سے
دشمنون پر حملہ کیا جائے، صحیح صورت یہ ہے کہ خود دشمنون کے جرگون سے اپنے لئے سپاہی پیدا کئے جائین
تاکہ زیادہ چالاکی اور ہشیاری سے دشمن کو ضعیف وبے قابو اور عاجز کیا جاسکے -

تجویز کا یہ خاکہ تھا جسپر پہلے کی طرح شور وغل اور اعلان واشتہار کے ساتھ نہین، بلکہ سکون خاموشی
تدریج اور آہستگی کے ساتھ یورپ کے صلیبی نبرد آزماؤن نے آگے قدم بڑھایا، اور چونکہ دنیائے اسلام
اسوقت مدت کے جدوجہد سے چور ہوگئی تھی، اور اسکے اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا تھا، اسلئے اس کام کے لئے
اس سے بہتر کوئی موقع نہین مل سکتا تھا، اس مقدس فرض کا آغاز اندلس کی سرزمین سے ہوا جو مسیحی
دنیا سے اس پرفریب جنگ کا سب سے قریب محاذ تھا، مسیحی دنیا کے مذہبی فرمانروا (پوپ) کے
زیر اثر اسپین کی ایک کوہستانی مسیحی ریاست جو مسلمانون کے رحم وکرم سے زندہ بچ گئی تھی، قوت

پانے لگی، اور اب اُس نے اسپین کی اسلامی ریاستون کی باہمی نزاعون مین کبھی اُسکا اور کبھی اُس کا ساتھ دینا شروع کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ نوین صدی کے آخر مین ان مین سے ایک ایک کا خاتمہ ہوگیا۔ اس سرزمین مین اسلام کے جاہ وجلال کی اخیر یادگار غرناطہ تہا، جسکے میدان مین تمام مسیحی دنیا ایک اسپین کے اسلام سے تنہا معرکہ آرا تھی، غرناطہ نے دلدوز اور دولہ انگیز قصیدے خون دل سے لکھکر افریقہ اور مراکش کے مسلمانون کو بھیجے، مصر کے خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑہا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی، اس غیر متوقع کامیابی نے اسپین اور پرتگال کے حوصلے بڑہا دیئے، چنانچہ یورپ کی اس نئی ترقی کی تاریخ مین یہی قومین یورپ کی دوسری قومون کی رہبر اور رہنما ہین، اُنھون نے خشکی کو طے کرکے سمندرون مین بھی اپنے جہاز ڈالدیئے، اسپین ارض مقدس کی تلاش مین امریکہ پہنچا، اور پرتگال نے افریقہ ہوکر مشرق کی راہ لی۔

داستان کی اس منزل پر پہنچکر ناظرین تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ ٹھہر جائین، مین اُنھین یہ بتانا چاہتا ہون کہ اسوقت اسلام کن مشکلون مین گرفتار تہا، یورپ کے مسیحی سپاہیون نے ایک ہی دفعہ اُس پر چارگوشون سے حملہ کیا، ۹۵۳ھ سے روس نے ایشیاے وسطی کے صحراے اسلام پر اپنا حملہ شروع کیا، یہ قازان کی اسلامی ریاست تھی، اور ایک طویل سلسلہ جنگ کے بعد ۹۹۳ھ مین اسکا خاتمہ ہوگیا، اسکے بعد استراخان اور کریمیا وغیرہ کی باری آئی، یہانتک کہ اسکے ڈانڈے بحر اسود اور سرحد ایران سے آکرل گئے، اسپین اور پرتگال ملک اندلس مین اسلام کا ۸۹۷ھ مین خاتمہ کرکے آگے کو بڑہے، اسپین نے دوستی کے پردہ مین تونس والجزائر پر قبضہ کیا، پرتگال نے پورے افریقہ کو ناپ کر بحر عرب اور بحر ہند مین آکر اپنے ڈیرے ڈالے، اور عرب اور ہندوستان کے اسلامی سواحل پر قتل وغارتگری کا آغاز کیا، دوسری طرف مراکش کے سواحل پر آکر وطاسی خاندان پر حملہ آور ہوئے، جو مغرب مین ایک نئی اسلامی حکومت کی بنیاد ڈال رہا تہا، اور آسفی، ازمور، معمورہ پر ۹ سنہ مین قبضہ کرلیا، صلیبی سپاہیون کی چوتھی کمین گاہ بحر روم کے جزائر تھے، قبرص (سائپرس) روڈس، مالٹا، اور وینس کے صلیبی دستے مصر وشام کی ناکہ بندی مین

معروف تھے، خصوصاً قبرص، روڈس اور مالٹا تو سینٹ جان کے صلیبی مجاہدین کے بڑے بڑے مستحکم قلعے تھے، جو دن رات صرف مسلمانون کے خون کے پیاسے رہتے تھے، اور یہی انکی زندگی کا مذہبی فرض تہا، یہ درحقیقت گذشتہ صلیبی سپاہیون کی یادگار اور فلسطین کی مسیحی نود سالہ حکومت کے شکست خوردہ فوج کی نسل تھے، یہ بحر روم کے دربان تھے، جنکے سامنے سے کوئی اسلامی جہاز مسلمان ملکون کو روانہ نہین ہوسکتا تہا، قبچاق، کریمیا اور روم کے مسلمان حج نہین کرسکتے تھے[1]۔ وینس کا بازار مسلمان عورتون کی ناموس اور مسلمان مردون کی آزادی کی خرید وفروخت کی بڑی منڈی بنگئی تھی، جو قیدی کسی حال مین اسلام سے پھرنا گوارا نہین کرتے تھے، اگر مرد ہوتے تو وہ مصر لاکر بیچڈالے جاتے تھے، جہان وہ مملوک سپاہیون مین بھرتی کرلئے جاتے تھے، اور اگر لڑکیان ہوتین تو وہ اٹلی کے امرا، اور دولتمندون کے عیش خانون مین بھیجدیجاتین[2]۔ اور جب کبھی موقع ملتا وہ اسکندریہ تک دہاوا کرنے چلے آتے۔

اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ اسی زمانہ مین ۹۰۵ھ مین ایران وخراسان مین **صفوی** خاندان کا ظہور ہوا، جس نے تنگ نظری سے اسلام کے بجاے شیعیت کو اپنے سیاسی کارنامون کا مرکز قرار دیا، اہل سنت یاتو اس ملک سے جلاوطن ہونے پر مجبور ہوئے، یا ہنگامون مین قتل ہوئے، یا وہ شیعہ بنا ڈالے گئے، اس سے بڑھکر یہ کہ صفویون نے سلطنت عثمانیہ کے باغی شہزادون کو اپنے ہان پناہ دی، اور سلطان مصر سے خط وکتابت کرکے سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایک متحدہ حملہ کا سامان کیا، اسکا نتیجہ باہمی ہنگامہ آرائیان ہوئین، اور مجموعی حیثیت سے اسلام کی تباہی!!

غرض سلطان **سلیم** نے ۹۱۸ھ مین جب عثمانی تخت پر قدم رکہا تو دنیاے اسلام اس انتشار اور پراگندگی کی حالت مین تھی، اُس نے داہنے بائین آگے پیچھے جدہر نگاہ اُٹھائی، اسلام کی سیاسی قوت پارہ پارہ نظر آئی، اُس نے سمجہا کہ جب تک اسلام کے اصلی عناصر، عراق وشام ومصر وعرب

[1] فتوحات اسلامیہ مفتی وحلان جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ [2] مورخین کی تاریخ عالم اٹلی فصل وینس کی تجارت،

ایک مرکز پر جمع ہوجائین گے، اور دائرۂ اسلام **خلافت** کے ایک متحدہ نقطہ پر مضبوط ہوجائیگا، اسلام کے یہ بکھرے ہوے اجزا فراہم نہین ہوسکتے، اور نہ ان مین دشمنون کے حملون سے محفوظ رہنے کی طاقت آئیگی، یہ عقیدہ تہا جس نے سلطان سلیم کو دنیاے اسلام کو اپنے ہلالی علم کے نیچے جس سے زیادہ مضبوط، طاقتور اور وسیع کوئی دوسرا اسلامی علم روے زمین پر موجود نہ تہا لانے پر مجبور کیا، خلافت اور سلطنت کی دو علحدہ علحدہ شخصیتون مین تقسیم نے خلافت کے اقتدار و ہیبت وسطوت کو سخت نقصان پہنچایا تہا، اسلئے ضرورت تہی کہ یہ دونون شخصیتین ایک ہستی مین مدغم کردیجائین، اور اسکے لئے خود سلطان کی ذات سے زیادہ موزون کوئی دوسری ہستی اس پردۂ امکان مین موجود نہ تہی،

تجویز کا یہ نقشہ تہا جسپر سلطان سلیم نے عمل کرنے کا عزم کیا، اور اُسکا یہ خواب ۹۲۳ھ مین پورا ہوگیا، جب عراق و شام و مصر سب اسکے جھنڈے کے نیچے کسی بڑی لڑائی کے بغیر جمع ہوگیا، تمام عرب خون کا ایک قطرہ بہاے بغیر اس علم کے نیچے آکر کھڑا ہوگیا، اور ہر جگہ جامعون اور مسجدون کے منبرون پر سلطان کے نام کا خطبہ پڑہا جانے لگا، اور اب مسیحی دنیا کو اسلام کے قالب بیجان مین زندگی کی ہمہ گیر طاقت کی رُوح نظر آنے لگی، اور اب اسلام کے قوائے دماغی مین وہ قوت پیدا ہوئی جس سے دور کے پٹھون اور رگون مین جنبش پیدا ہونے لگی،

انگریزی زبان مین اسوقت "مورخین کی تاریخ عالم" سے بڑھکر کوئی جامع اور معتبر تاریخی شہادت نہین، اس کتاب کے مصنفین اس موقع پر لکہتے ہین:-

"سلیم اب اسوقت فی الواقع "مقامات مقدسہ کا محافظ" ہوگیا، اُس نے قاہرہ مین ایک بیچارہ بیوقوف شخص کا پتہ پایا، جو مستنصر باللہ کے نام سے پکارا جاتا تہا، جسکا وصف امتیازی صرف یہ تہا کہ عباسی خلفا کی دوسری شاخ کا اٹہارہوان خلیفہ تہا، سلیم نے اُسپر ہاتھ ڈالا اور اسکو

لہ صحیح متوکل، معارف

اُسوقت تک آزادی نہ دی جب تک اس نے خلافت کے تمام حقوق سے دست برداری نہ لکہدی، اسکے معاوضہ مین سلیم نے اُسکو کچھ زر نقد اور ماہوار وظیفہ مقرر کردیا، سلیم نے تب اپنے القاب مین اس لقب (خلافت) کا بھی اضافہ کرلیا، مگر اب **خلیفہ** ایک بوڑہا مسکین شیخ نہین رہا تہا، بلکہ اب وہ ایک بہت بڑی طاقتور فوج کا مالک تہا جو اسلام نے اپنے قبضہ مین کبھی رکھی تہی، اُس دن سے اسلام اپنا صرف ایک امیر رکھتا ہے، جسکے اقتدار کے ماتحت تمام سیاسی اور مذہبی امور ہین"[1]

سلطان **سلیم** کا جو نقطۂ نظر تہا اُسکی تشریح کے لئے ایک ترک ہی مورخ کا قلم زیادہ موزون ہے، **جودت** پاشا اپنی تاریخ مین قازان اور حاجی ترخان (استراخان) پر روسیون کے قبضہ اور کریمیا کے خانون کے عدم قدرت اور دولت عثمانیہ کی طرف سے اسکی غفلت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکہتے ہین:-

"ان دونون ملکون کا روسیون سے چھین لینا اگرچہ کریمیا کے خوانین کے لئے بہت مشکل تہا، لیکن دولت عثمانیہ کی ہمت کے سامنے اسوقت یہ بہت معمولی کام تہا، لیکن باوجود اسکے دولت عثمانیہ نے ادہر توجہ نہ کی، یا اسکی وجہ یہ تہی کہ خوانین کریمیا جو مفسدہ پردازی اور فتنہ انگیزی کی طرف مائل تھے، ان دونون ملکون پر دوہ قبضہ پاجانے کے بعد اُنکی قوت بڑہجاتی، اسلئے مناسب نہ سمجہا گیا یا یہ کہ اسوقت رُوسی کسی شمار مین نہ تھے، اسلئے انکی ترقی اور قوت کو کوئی اہمیت نہین دیگئی، اور تمامتر توجہ اسٹریا کی سمت مین نئے فتوحات کے حاصل کرنے مین محدود ہوگئی، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان ملکون کی واپسی دولت عثمانیہ کے حق مین سب سے زیادہ مفید اور ضروری تہی، کیونکہ اُسکی سلطنت کی جسامت اور لمبائی چوڑائی کا اُسکی اصلی عناصر قومی کی مناسبت سے ہونا بدیہی تہا، دولت عثمانیہ کا اصلی عنصر اگرچہ آغاز مین صرف ایک (عثمانی) قبیلہ سے تہا، لیکن سلجوقی سلطنت کے زوال کے بعد اناطولیہ کے تمام ترکی قبائل عثمانی بن گئے،

[1] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ، جلد ۲۴، صفحہ ۴۴۲، صفحہ ۴۵۵، ۴۶۴،

اور اس جنسی و قومی اتحاد سے اسکی قوت کو بہت فائدہ پہنچا، اور اب عثمانی حکومت، ترکی سلطنت ہو گئی، پھر جب سلطان سلیم نے بلاد عرب کو فتح کر لیا، اور تمام کلمہ گو مسلمان اسمین شامل ہو گئے، اور اسکے اصلی اجزا بن گئے، تو دولت عثمانیہ اب ایک اسلامی حکومت ہو گئی،

لیکن جب شاہ اسماعیل صفوی ایران مین پیدا ہو گیا، اور ملت اسلامیہ مین ایک تفرقۂ عظیم ڈالدیا، اور مملکت ماوراء النہر اور دولت عثمانیہ کے بیچ مین وہ حائل ہو گئے، تو ماوراء النہر والے اس عنصر مین شریک ہونے سے محروم رہ گئے، حالانکہ اس حکومت کا **خلافت اسلامیہ** کی بنا پر یہ فرض تھا کہ ان تمام اسلامی قومون کو جو مشرق و مغرب اور **ہندوستان و سندھ** مین تھین، اور جو اسکے اصلی عناصر بن سکتین اُن کے یکجا اور متحد کرنے مین وہ اپنی کوشش اور محنت کو صرف کرتی اور انکو اپنے اقتدار مین لاکر اپنی اجتماعی قوت کو بڑہاتی، خصوصاً کوہ قاف کے باشندون اور ترغان اور قازان کے تاتاریون کو اپنے مین شامل کرنا بہت تھوڑے وقت مین ممکن تھا، اور قومی و مذہبی اتحاد کے سبب سے یہ کام نہایت آسان تھا اور اسوقت کریمیا کا ملک بھی اس سلطنت مین داخل ہو جاتا، اور اُس سے کوئی خطرہ و خوف باقی نہ رہتا، سلطان سلیم علیہ الرحمہ کے یہی خیالات تھے، اور یہ کسقدر عمدہ تھے، لیکن اُسکی وفات کے بعد یہ نکتہ ذہن سے جاتا رہا، اور یہ عمل چھوڑ دیا گیا، اور بیرونی فتوحات کے پیچھے پڑ کر اصل سرمایہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا، اور سلطنت کی وسعت سمٹ کر اصلی عناصر تک محدود رہ گئی اور اُسکی وسعت وہی ہو گئی جو سلطان سلیم کے زمانہ مین تھی۔۔۔ حاصل یہ کہ اگر سلطان سلیم کے خیال، مقصد اور تجویز و نقشہ کے مطابق چلا جاتا تو سلطنت عثمانیہ کی قوت و وسعت آج سے[1] بالکل مختلف ہوتی۔"

دنیا کا یہ عظیم الشان انقلاب کیونکر ظہور پذیر ہوا، یعنی یہ کار و بار خلافت خاندان عثمانی مین کیونکر منتقل ہوا، اور سلطان سلیم نے حرمین کی خدمتگذاری کا شرف کیونکر حاصل کیا، مین اپنے قلم سے اسکے متعلق کچھ

[1] تلفیق الاخبار فی تاریخ قازان و البلغار مطبوعہ اورنبرگ جلد اول صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸،

کہنا نہین چاہتا بلکہ علمائے مکہ، اور شیوخ حرمین نے اپنی تصنیفات مین اسکے متعلق جو کچھ لکھا ہے صرف اسکے ترجمہ کا حق ادا کرتا ہون، **شیخ دحلان مکی** مفتی شافعیہ اپنی تاریخ فتوحات اسلامیہ مین لکھتے ہین،

"۹۲۲ھ مین سلطان سلیم نے سلطان غوری فرمانروائے مصر و شام کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو شاہ ایران کے ساتھ سازباز رکھتا تھا، اور جس نے ایرانیون سے جنگ کے موقع پر سلطانی لشکر مین رسد پہنچانیکی مانعت کردی تھی،۔۔۔ ایک معمولی جنگ کے بعد سلطان کامیاب ہوا، اور غوری میدان جنگ مین مارا گیا، سلطان شہر حلب مین داخل ہوا، حلب کے باشندون نے مع علما، اور صلحا کے سرون پر قرآن رکھکر سلطان کا استقبال کیا، فتح کی تہنیت پیش کی، اور رفق و مدارا کی درخواست کی، سلطان نے مہربانی کا سلوک کیا، اور شہر مین داخل ہوا، جامع مسجد مین سلطان کے نام کا خطبہ پڑہا گیا، خطیب پہلے سلاطین مصر کے القاب مین "خادم الحرمین الشریفین" کے الفاظ پڑہا کرتے تھے، جب حلب کی جامع مسجد مین خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا تو سلطان سلیم کے نام کے ساتھ بھی اس نے "خادم الحرمین الشریفین" کا لقب پڑہا، سلطان اس سے بیحد مسرور ہوا، اور اُسے یقین ہو گیا کہ آخری فتح اُسکو نصیب ہو گی، اور "حرمین شریفین" کی خدمت کا فخر اُسکو حاصل ہو گا، اس خوشی مین خطیب کو وہ حلہ عطا کیا جو خود سلطان زیب بر کئے ہوئے تھا، اُسکی قیمت پچاس ہزار غرش تھی، اسکے بعد سلطان شام کی جانب روانہ ہوا، وہان کے لوگون نے وحوم دہام کے ساتھ اسکا استقبال کیا، اور وہ بھی اُن سے مہربانی کے ساتھ پیش آیا، یہان تین مہینے سلطان نے قیام کیا، اس درمیان مین جامع مسجد مین گیا، اور امام نے اسکے نام کا خطبہ پڑہا، یہان سے بیت المقدس ہو کر مصر کا ارادہ کیا۔۔۔ اور ۱۳ محرم ۹۲۳ھ کو مصر پہنچا، یہان غوری کے بعد سلطان اشرف کو مملوکون نے اپنا بادشاہ بنایا تھا۔

تاریخ کی دوسری کتابون مین ہے کہ سلطان نے پہلے اشرف کو صلح کا پیام بھیجا اور صرف یہ شرط کی کہ

وہ سلطان کی اطاعت منظور کرلے، اس نے بہ شرط قبول کرلی تھی کہ مملوکوں نے اسکو مار ڈالا، اور
اب ایسی طوائف الملوکی پیدا ہوگئی کہ نہ جنگ کا سامان ہوسکا، اور نہ صلح کے شرائط قبول ہوسکے،
ناچار سلطان نے مصر پر براہ راست قبضہ کرلیا، اسکے بعد مفتی دحلان لکھتے ہین:-

مصر پر قبضہ پانے کے بعد سلطان کو آرزو ہوئی کہ حجاز کا ملک بھی میرے زیر حکم ہوتا کہ حرمین
کی خدمتگذاری کا موقع ملے، اسکے لئے اُس نے فوج بھیجنا چاہی تاکہ غوری سابق سلطان مصر کے
اعمال کے ہاتھ سے اُسکو نکال لے، اسوقت شریف برکات بن حسن بن عجلان مکہ معظمہ کے امیر تھے،
... اسوقت قاضی صلاح الدین (ایک مشہور عالم جو پہلے غوری کی قید مین تھے، اور جنکو طومان بیگ
غوری کے بعد عارضی سلطان مصر نے آزاد کیا، یا سلطان سلیم نے اُن کو رہا کرایا) وہ قاہرہ مین موجود تھے
قاضی نے سلطان کے وزیر کو مشورہ دیا کہ حجاز مین فوج بھیجنے کی ضرورت نہین شریف برکات اس کام کو
کرلین گے، اور سلطان کا مقصد حاصل ہوجائیگا، اور شریف برکات کی تعریف کی اور کہا کہ وہ سب سے
پہلے سلطان کی اطاعت کرینگے، اور اہل حرمین اور باشندگان حجاز سے سلطان کی بیعت لے لین گے،
فوج کے بجائے شریف کے نام صرف ایک فرمان سلطانی بھیجنا کافی ہوگا، وزیر نے اس تجویز کو سلطان کے
سامنے پیش کیا اور سلطان نے اسکو بہت پسند کیا... اور فرمان سلطانی مع دو گرانبہا خلعتون کے
ایک خود شریف برکات کے لئے، اور دوسرا اُسکے بیٹے ابونمی کے لئے امیر مصلح بیگ کی معرفت بھیجا،
اور حسب انتظام سابق دونون کو مکہ کی امارت مین شریک کیا، قاضی نے شریف برکات کو علحدہ خط لکھا،
اور تمام واقعات کی اطلاع دی، حج کے مہینے آچکے امیر مصلح محمل شریف، مع خلعت و فرمان لیکر
جب قریب پہنچے، تو شریف برکات اپنے بیٹے ابونمی اور دیگر اشراف و معززین وغیرہ کو لیکر ایک بڑے
جلوس کے ساتھ زاہر شریف تک اُسکے استقبال کو گئے، اور باپ بیٹون نے خلعت سلطانی کو پہنا،
اور مکہ معظمہ واپس آئے، اور لوگون سے سلطان کی بیعت لی اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھا،

اور رضامندی اور قبول عام سے لوگون کی اطاعت حاصل ہوگئی، اسکے بعد شریف نے شریف
ابونمی کو ۹۲۳ھ مین سلطان کے پاس مصر بھیجا، سلطان نے عزت کی اور بدستور انکو شریک
امارت رکھا"۔

یہ پہلا دن تھا کہ سلطان سلیم نے عبائے خلافت دربر کی، اور دنیا کا اتنا بڑا انقلاب اس صلح و
آشتی اور رضامندی و قبول عام کے ساتھ انجام پایا، اور اسلام کے سب سے بڑے دینی مجمع یعنی
موسم حج مین جہان دنیا کی مسلمان قومین جمع ہین، اسکا اعلان ہوا، اسکے بعد یہ واقعات سننے کے لائق ہین کہ
اس اطاعت و بیعت کے بعد سلطان سلیم نے تین برس کی قلیل مدت مین حرمین کی خدمتگذاری کے
کیا فرائض انجام دیئے۔

امیر مصلح جو محمل و فرمان شاہی اور خلعت لیکر آئے تھے، سلطان کے حکم سے وہ حج کے بعد بھی مکہ معظمہ
مین مقیم رہے، اور بہت سے نیک کام انجام دیئے، جنکا ثواب سلطان کو پہنچیگا، منجملہ اُنکے ایک یہ کہ
سلاطین مصر کی طرف سے شریف کو جو وظیفہ ملتا تھا اُسپر ۵۰۰ دینار (اشرفی) زیادہ کیا، ایک دفتر قائم
کیا اور اُسمین ان لوگون کے نام لکھے جو حرم محترم کے مجاور تھے، ان مین سے ہر ایک کا سو دینار وظیفہ
مقرر کیا، جو مصر کے خزانہ سے ادا کیا جاتا تھا، اور تیس آدمیون کی ایک جماعت مقرر کیگئی جو روزانہ
قرآن پاک کا ایک ختم پڑھتے تھے، اُن مین سے ہر ایک کی بارہ دینار تنخواہ مقرر کی، سلاطین مصر ہر
سال فاقہ زدہ بدوٗون اور مکہ کے غریبون کے لئے غلہ بھیجا کرتے تھے، اُسکو "ذخیرہ" کہتے تھے، سلطان نے
اس رسم کو بھی قائم رکھا، اور یہ قرار دیا کہ سات ہزار اردب (ایک بڑا پیمانہ شاید کم و بیش من) غلہ
حرمین بھیجا جائے، پانچ ہزار مکہ معظمہ اور تین ہزار مدینہ منورہ، ..... اور تمام علما، مشائخ،
اور مفتیون کے سامنے سلطان کے حکم سے شریف کے صواب دید کے مطابق یہ تقسیم کیا گیا، سب کی
رائے سے غلہ کچھ بھیجدیا گیا جس سے جدہ سے مکہ تک لانے کا خرچ ادا کیا گیا، اور ہر محلہ کے تمام

گھر اور تاجرون، بازاریون اور لشکریون کے سوا ہر گھر کے عورت، مرد، بچے، خادم سب کے نام لکھے
گئے، اس طرح کل بارہ ہزار آدمیون کے نام لکھے گئے، اور ہر ایک کو ۱۲ ۱۲ پیالہ غلہ دیا گیا، جو غلہ فروخت
ہوا تھا اسکے نفع سے ایک ایک دینار بھی دیا گیا، اور چارون مذاہب کے مفتیون مین سے ہر ایک کو
تین تین اردب غلہ دیا گیا، اور بعض خاندانون کے مرتبہ کے مطابق انکو کچھ زیادہ دیا گیا، شیخ قطبی
(مکہ کے ایک مشہور عالم اور معاصر مورخ) کا بیان ہے کہ سلطانی عطیہ محبت کی یہ سب سے پہلی قسط تھی"۔

اسکے بعد مفتی دحلان شیخ قطبی کا یہ بیان لکھتے ہین کہ

"تمام مسلمانون پر عموماً اور اہل حرمین پر خصوصاً واجب ہے کہ آل عثمان کے دوام سلطنت
کی دعا مانگین، کیونکہ انکی سلطنتِ شریف، اسلام کا ستون ہے، اور ان کے احسانات تمام لوگون کو
پہنچتے رہتے ہین خصوصاً بیت اللہ شریف اور روضۂ اقدس نبوی کے ہمسایون پر انکے احسانات
پے بہ پے ہوتے رہتے ہین، اور وہ اسقدر ہین کہ اس سے پہلے گذشتہ سلطنتون مین ان کا تصور بھی
نہین کیا جا سکتا تھا"۔

ایک دوسرے مکی شیخ و مورخ ابن علان کہتے ہین کہ

"مصر لینے کے پہلے ہی سے سلطان سلیم کو اہل حرمین سے بڑی محبت تھی، اور وہ پہلا سلطان ہے
جس نے حرمین مین عطیہ محبت جاری کیا۔"

مفتی دحلان اسکے بعد فرماتے ہین:-

"بعد ازین دوسرے سلاطین عثمانی غلہ کی مقدار بڑھاتے گئے، یہانتک کہ اب مکہ معظمہ کے لئے بارہ ہزار
اردب اور مدینہ منورہ کے لئے سات ہزار اردب غلہ آتا ہے، خداوند تعالیٰ اس سلطنت عثمانیہ کی
عزت اور بقا کو دوام بخشے"۔

سلطان نے بعض عمارتون کا بھی اضافہ کیا، مقام حنفی کی دوبارہ تعمیر ہوئی، امیر مصلح پھر مدینہ منورہ گئے،

اور وہان بھی نیکی کے کارنامے انجام دیئے، ان اصلاحات اور اکرامات کا اثر یہ ہوا کہ اس خشک اور بنجر اور
دائمی مبتلائے قحط ملک مین سرسبزی اور فارغ البالی پیدا ہوگئی، اور لوگون کی بے انتہا کثرت ہوگئی، شیخ
قطبی کی معاصرانہ شہادت ہے کہ مین اپنے بچپن مین (یعنی سلاطین مصر کے عہد مین) حرم شریف کو اکثر خالی
پاتا تھا، اور تنہا طواف کا فخر حاصل کرتا تھا اور بازار سعی کو چاشت کے وقت ہولناک سنسان دیکھا کرتے تھے،
اور اکثر دیکھتے تھے کہ غلہ کے قافلے آئے ہوئے ہین، اور کوئی ان کا تمام غلہ خریدنے والا نہین ہے، اسلئے
وہ مجبوراً مدت معینہ کے وعدہ پر غلہ بیچ جاتے تھے اور قیمت بعد کو آکر وصول کرتے تھے، نرخ بہت نرم تھا کہ لوگ
بہت کم تھے اور سکے بہت گران تھے، اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ

"لوگون کی کثرت ہے، روزی وسیع ہے، دولت زیادہ ہے، مخلوق اس بزرگ سلطنت کے زیر سایہ امن و
اطمینان مین ہے، اور اسکے انعام و احسان و نعمت کے دریا مین غوطے لگا رہی ہے، اللہ تعالیٰ اسکی دولت
قاہرہ کو اور اسکی خلافت باہرہ قائم و دائم رکھے"۔[۱]

افسوس کہ ان واقعات کو یہان زیادہ پھیلانے کا موقع نہین ورنہ بتفصیل یہ دکھایا جاتا کہ سلاطین عثمان نے
یہان کیا کیا کارنامے انجام دیئے، کتنے مدرسے یہان قائم کئے، یہان کے علماء، ائمہ، مشائخ اور دیگر مجاورین کے
وظائف اور مناصب کیونکر مقرر کئے، یہان کون کون سے چشمے جاری کئے، کتنی بڑی بڑی عمارتین یہان بنائین،
بیت اللہ شریف اور روضۂ نبوی کی تقدیس و تمجید اور اہتمام و انتظام اور قافلون اور حاجیون کی آسائش و
آرام کی کیا کیا تدبیرین کین، جن صاحبون کو شوق ہو وہ مکۂ معظمہ کی پہلی تاریخین مطالعہ کرین اور کم از کم الاعلام باعلام
بیت اللہ الحرام جو تاریخ مکہ مین ایک متداول کتاب ہو اسکے صفحات کی ورق گردانی کرین،

(باقی)

[۱] یہ تمام عبارتین فتوحات اسلامیہ مفتی دحلان جلد دوم حکومت سلطان سلیم سے نقل کیگئی ہین،

سید جمال الدین

(۲)

بعدہ امین الضرب پیرس چلے گئے، اور سید سینٹ پیٹرزبرگ روانہ ہوگئے،[1] ماسکو مین اخبار "مسکوی" کے ایڈیٹر کاتکوف سے ملاقات ہوئی، اور وہان انھون نے انگریزون کے خلاف روس اور دول اسلامی کے مابین اتحاد کی تجویز پیش کی، لیکن افسوس یہ ہوا کہ ان کے ورود کے چندہی دن بعد (۱۱- ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ) کاتکوف کا انتقال ہوگیا، اس واقعہ کے بعد سید پیٹرزبرگ چلے گئے اور تقریبًا دو سال تک وہان رہے، وہان مشہور مدبرین سے ملاقاتین رہین، جنھون نے سید صاحب کا بظاہر تپاک آمیز استقبال کیا، ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ مین ہم انہین میونخ (Munich) مین شاہ ناصر الدین کے ساتھ (جو اس مہینہ کی ۲۱ و ۲۲ تاریخ کو اس شہر مین موجود تھے) ملاقات کرتے ہوئے دیکھتے ہین، وہان امین السلطنت نے جو دولت روس کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرنے اور اسکی خوشنودی حاصل کرنے (روسی اس سے اس امر سے ناراض تھی کہ امپریل بنک (بانک شہنشاہی) و معادن اور دریائے کارون مین جسے انگریزی کشتیون کے لئے کھولدیا گیا تھا، انگریزون

[1] ایک اور روایت کے مطابق جو راقم الحروف تک حرف ایک ہی واسطہ سے پہنچی ہے، یہ ہے کہ سید کاتکوف کے تار دیکر بلانے پر روس گئے تھے۔

کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے) کی غرض سے ہر قسم کے ذرایع استعمال کرچکا تھا،[1] خیال کیا کہ سید جمال الدین کو جنکا اثر و اقتدار اعیان روس پر ایک حد تک غالب تھا، اپنے اور دولت روس کے مابین اصلاح کرانے کے خیال سے پیٹرزبرگ بھیجے، سید بھی جو ہر ممکن طریقہ سے انگریزی اثر کو صدمہ پہنچانے کے آرزومند تھے، اس تجویز سے بیحد خوش ہوئے اور روس روانہ ہوگئے، جیسا کہ خود انہون نے بیان کیا ہے، اُنہون نے وزیر اعظم و وزیر خارجہ دگیرس (de Giers) وزیر خارجہ کے مشیر زینوویف (Zinovieff) اور اغناتیف (Ignatiew) اور خاتون نوویکوف (Novikoff) اور جنرل ریختر وابروچیف سے ملاقات کی اور متعلقہ معاملات پر بحث کی اور بقول خود روسی صدر اعظم اور اُن کے مشیرون سے بیس مرتبہ ان پر گفتگو کی اور پیٹرزبرگ مین دو ماہ تک اقامت رکھنے کے بعد یہ خیال خود مہم مین کامیاب ہوکر طہران آئے۔[2] اور پھر حاجی محمد حسن (امین الضرب) کے مکان مین فروکش ہوئے، طہران مین تین ماہ تک رہے اور چونکہ وہ کھلم کھلا استبداد کے خلاف بات چیت کرتے تھے، اِسلئے شاہ نے حکم دیا کہ وہ طہران سے چلے جائین اور قم مین سکونت اختیار کرین، ناچار اُنہین شاہ عبدالعظیم مین محصور رکھا گیا، اور حالت نظربندی مین رہتے ہوئے تقریبًا سات ماہ گذرے ہونگے کہ جمادی الاخریٰ یا رجب ۱۳۰۸ھ مین شاہ کے حکم سے اُنہین شاہ عبدالعزیز مین گرفتار کرلیا گیا، اور انواع و اقسام کی سختیون کے ساتھ اُنہین والی بغداد کے پاس بھیجدیا گیا، اور اس سے تاکید کیگئی کہ اُنہین فی الفور

[1] امین السلطان انگریزون کی ہواخواہی کے باعث کچھ عرصہ تک معتوب رہنے کے بعد بالآخر ۱- رجب ۱۳۰۹ھ کو روسی سفارتخانہ واقع طہران مین سفیر روس بوتنزوف کے پاس گیا اور کامل تین گھنٹہ تک ملاقات کی، اثنائے صحبت مین اُس نے پختہ طور پر یہ وعدہ کیا کہ مین آج سے روس کا وفادار رہونگا، اور ہمیشہ جان نثاری کا ثبوت دیتا رہونگا۔

[2] پیٹرزبرگ سے سید مینٹرنی گئے اور وہان قونصل ایران مرزا جعفر خان تبریزی (جو مرزا سید حسین خان عدالت کے چچازاد بھائی تھے) کے ساتھ رہے اور پھر عازم ایران ہوئے۔

بصرہ روانہ کردے، اور عراق عرب کی سیاحت کرنے یا وہان کے علمارسے ملنے کی اجازت ندے شاراِلیہ بصرہ پہنچے، اور وہان حاجی سید علی اکبر شیرازی (یہ ایک ایرانی عالم تھے، اور بظاہر وہ بھی خارج البلد ہوچکے تھے) سے ملاقات کی اور اُن کی وساطت سے ایک عربی خط مجتہد اعظم حاجی مرزا حسن شیرازی (جو سامرہ مین مقیم تھے) کی خدمت مین لکھا، یہ خط خاص شہرت رکھتا ہے اور سید صاحب نے لندن مین اس خط کی نقل شایع کرادی تھی۔

سید صاحب بصرہ مین کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد اپنی صحت درست کرنے کی غرض سے لندن پہنچے، ۱۳۰۹ھ کی ابتدا مین وہ لندن ہی مین تھے، مگر آرام کرنے کی بجائے وہ سیاسی خیالات و مختلف ملکی مسائل مین مصروف رہے، مزید بران پبلک جلسون مین ایرانی معاملات کے متعلق متعدد لکچر اور ایڈریس دیئے، اور انگریزی جرائد مین مضامین لکھے، میرزا ملکم خان سے جو سفارت کے عہدہ سے معزول ہوچکے تھے غالباً ملاقات رہتی تھی، رجب ۱۳۰۹ھ مین ایک عربی و انگریزی اخبار جسکا نام "ضیاء الخافقین" تھا، لندن سے جاری کیا، اس کام مین غالباً دوسرون کی امداد بھی شامل تھی اور ہر نمبر مین وہ بالخصوص اسلامی معاملات کے بارہ مین ایک مضمون لکھا کرتے تھے، اس اخبار کے پہلے پرچہ مین ایرانی خرابیون سے بحث کیگئی تھی، اور دوسرے نمبر مین (غرہ شعبان) مین سید نے ایران کے تمام جید علمار کے نام ایک خط لکھا تھا جسمین ناصر الدین شاہ کو تخت سے اُتار دینے کی تحریک کی گئی تھی، اس پرچہ کی خوب ہی اشاعت ہوئی، بالآخر حکومت انگریزی نے عجیب وغریب اثرات کو کام مین لاکر اس اخبار کے سررشتہ حیات کو منقطع کردیا، مثلاً انگریزی وزارت خارجہ نے اس پریس سے جسمین عربی ٹائپ تھے اور جہان یہ اخبار چھپتا تھا، (یہ مطبع لندن کے مضافات مین واقع تھا) یہ کہا کہ اگر "ضیاء الخافقین" اخبار وہان چھپتا رہیگا تو حکومت انگریزی اپنی تمام فرمائشات کو اس مطبع سے واپس لیگی، اور دوسرے کارخانہ کو دیدیگی، اس دہمکی

سے اخبار موت کی نیند سوگیا، اسی سال کے آخری حصہ مین یا ۱۳۱۰ھ کے ابتدائی ایام مین سید سلطان المعظم کی دعوت پر اسلامبول گئے[1]۔ چونکہ سلطان بنفس نفیس اتحاد اسلام کے لئے کوشان تھے اس لئے اُنھون نے سید کی انتظامی قابلیت اور اسلامی ممالک مین انکے اثر سے فائدہ اُٹھانے کی اُمید مین اُنہین اپنے محل کے قریب ٹھہرایا، اور نشان طاش مین ایک مکان رہنے کے لئے دیا، اور ۷۵ لیرہ عثمانی[2] (تقریباً ۱۰۰۰ روپیہ) ان کے لئے ماہوار مقرر کردیئے، اس مہم کی ابتدا مین سلطان عبد الحمید خان سے ان کے مراسم بہت بڑھ گئے تھے اور سلطان بھی اُن کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے، اور اسکا ثبوت یہ ہے کہ جب اسلامبول مین بلنٹ کی ۱۳۱۰ھ کے آخر مین اُن سے ملاقات ہوئی ہے، تو وہ سلطانی مہمانخانہ (جسے ترکی مین مسافرخانہ کہتے ہین) مین فروکش تھے، اور سلطان کی خدمت مین اُنہین بہت تقرب حاصل تھا، لیکن بعد مین سلطانی دربار کے تمام پیر، مرشد اور درویش جنکا کام فال گیری، تعبیر خواب اور غیب گوئی تھا، اور جن سے سلطان عبد الحمید خان ہر وقت گھرے رہتے تھے، بالخصوص ابو الہدیٰ (معروف بہ وسابیس) نے سلطان کی نظر مین سید کی قدر کم کردی، یہانتک کہ اُن پر ایک گونہ نگرانی سی رہنے لگی جسکی وجہ سے اُنہین بعد مین بہت سی تکلیفین پہنچین۔

اسلامبول مین چار سال سے زیادہ عرصہ تک اقامت رکھنے کے بعد سید کی حالت بہت

---

[1] سید کے ایک دوست کی روایت کے مطابق جس نے اُن سے ۱۸۹۲ء مین بمقام لندن ملاقات کی تھی، یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۱۰ھ کے وسط تک وہ لندن ہی مین مقیم تھے، لیکن ہمین اچھی طرح سے یہ بات معلوم ہے کہ سال مذکور کے ماہ شوال مین اور نیز اس سے کچھ عرصہ قبل وہ اسلامبول مین موجود تھے، بلنٹ نے بھی اسی سال اُن سے ملاقات کی تھی اور وہی اس بات کے ناقل ہین کہ سید عید فطر یا عید اضحیٰ کے موقع پر سلطان کے حضور مین حاضر ہوئے۔

[2] مرزا رضا کرمانی کے قول کے مطابق اُنہین ماہانہ ۲۰۰ لیرہ (۲۷۰۰ روپیہ) دیا جاتا تھا۔

کچھ کم ہو گئی، اسلئے کہ ناصر الدین شاہ کے قتل (سنہ ۱۳۱۳ھ) کے بعد (جو سید کے ایک مشہور و معروف
مرید مرزا رضا کرمانی کے ہاتھون ہوا تھا) دولت ایران نے سلطنت عثمانی سے سید کا مطالبہ کرنا
شروع کیا، مگر سلطان نے ایران کے پیہم اصرار کے باوجود اس مطالبہ کو مسترد کر دیا، اور سید کو
حوالہ کرنے سے قطعی انکار کر دیا، لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یعنی رجب سنہ ۱۳۱۴ھ مین سید مرض سرطان مین
مبتلا ہوئے اور اسی سال شوال کی پانچوین تاریخ کو وفات پائی، ان کے جنازہ کو نہایت شان و
احترام کے ساتھ اٹھایا گیا، اور ان کے مکان کے قریب کے قبرستان (شیخلر مزارلقی) مین دفن کر دیا گیا

سید جمال الدین جو مصر و یورپ مین شیخ جمال الدین کے نام سے مشہور ہین، جیسا کہ اوپر
بیان کیا جا چکا ہے، نہایت زبردست اور عجیب و غریب شخص تھے، ان کے ذریعہ اکثر اسلامی
ممالک مین اتحاد اسلام کے جذبات پھیلے، افغانستان، ایران، ہندوستان، مصر اور ٹرکی مین انھون نے
بہت سے نمایان کام انجام دیئے، لندن، پیرس، اور پیٹربرگ مین وہ سیاسیات مین مشغول رہے،
انکی شخصیت نہایت زوردار تھی، وہ نہایت بارعب آدمی تھے، ان کی تحریر و تقریر دلون مین اثر
پیدا کرتی تھی، وہ فی الحقیقت بڑے آدمی تھے، اور لوگون کے قلوب پر حکومت کرتے تھے، انکی
آنکھون مین مقناطیسی قوت تھی، اور انکی زبردست ایمانی قوت کے بعد اگر کوئی بزرگترین شے
ان مین تھی تو وہ ان کی قوت بیانی تھی، ہر مباحثہ اور لکچر یا گفتگو کے وقت انکی نظر لوگون کے قلوب
پر پڑتی تھی، ان کی قوت بیان اور بلاغت ہمیشہ غالب رہا کرتی تھی، عربی تحریر نہایت زوردار تھی،
اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے خطبون سے رسول اللہ صلعم کے خطبون کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، فارسی
لکھنے اور بول چال مین شاید افغانی محاورون، اور لہجہ کا تتبع کرتے تھے، انکی فارسی تحریرون [1] سے
ان کے ایرانی ہونے مین اور زیادہ شبہہ پیدا ہو جاتا ہے۔

[1] ان کا ایک فارسی خط جو ناصر الدین شاہ کے نام ارسال کیا گیا تھا اور جسے ناظم الاسلام کرمانی نے (بقیہ صفحہ آئندہ)

ان کا سب سے بڑا خیال اسلامی سربزی اور اتحاد اسلام تھا، اسی کو وہ اسلام کی ترقی اور
احیاے عظمت کی بنیاد قرار دیتے تھے، اور اسی مین وہ یورپ کے غلبہ اور تسلط سے اسلام کی
نجات مضمر سمجھتے تھے، مشار الیہ ہر لحاظ سے ایک زبردست اور جاذب ہستی تھی، لوگ ان کی
صحبت سے خوش ہوتے تھے، لیکن ان مین ایک حد تک تعلّی کی عادت تھی، اور زود خشم بھی تھے،
وہ اپنے خیال مین جس امر کو حق خیال کرتے تھے، اسے کھلم کھلا اور بے محابا بیان کرتے تھے، اور
آیندہ خطرات کا بالکل خیال نہین کرتے تھے، وہ کسی چیز سے متاثر ہو کر میدان عمل سے نہین ہٹتے تھے
لیکن وہ مدبر نہ تھے، اور یہی وجہ ہے کہ جہان جہان وہ گئے، انھون نے لوگون کو اپنا حاسد اور دشمن
بنا لیا، مگر ان کے دوست اور مرید ان کے سچے نام لیوا اور عاشق تھے، اور وہ انکی پرستش کرتے تھے
جن وحشیانہ سختیون کے ساتھ ان کا اخراج عمل مین آیا تھا، اور جس طریقہ سے انکی ٹانگون کو باندھ کر
جاڑے کے موسم مین خانقین تک لیگئے تھے، اسکا اثر بآخر عمر تک ان کے دل پر رہا، اور
باوجود اسکے کہ اس تاریخ سے پیشتر وہ نہایت چاق و تندرست تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد جب
وہ لندن پہنچے ہین تو وہ بہت لاغر اور علیل ہو گئے تھے، انکی عمر کا سب سے بڑا کام مصر مین
انجام دیا گیا، جہان تقریباً نو سال تک لوگون کو انکی ذات سے فیض پہنچتا رہا، مصر کے مشہور و

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اپنی تالیف "تاریخ بیداری ایران" مین درج کر دیا ہے، ہمارے بیان پر شاہد ہے، ان کا ایک اور خط بھی
جو ان کے ایک دوست کے نام دبیکے اردستان بھیجا گیا تھا، اسی کتاب مین شائع ہو چکا ہے، وہ خط اصلی حالت
مین نہین ملا، اور اسلئے ممکن ہے کہ وہ جعلی ہو، ان کے ایک قابل اعتماد دوست نے جو دو سال تک ان کے ساتھ
روس مین رہ چکا تھا، راقم الحروف سے یہ بات بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ حسن علیخان (امیر نظام) کو خط لکھنا
چاہتے تھے، اول اول انھون نے فارسی مین کچھ لکھا، لیکن چونکہ اس سے ان کا اطمینان نہوا اسلئے انھون نے
اسے پھاڑ ڈالا، اور عربی مین خط لکھا کیونکہ فارسی لکھنے پر وہ بہت حادی نہ تھے۔

معروف مفتی محمد عبدہ اور بہت سے علما و فضلا اور مہدی سوڈانی کے اکثر اصحاب اُن کے شاگرد
تھے، عربی، فارسی، ہندانی ترکی اور اسلامبولی ترکی (عثمانلوجہ) مین وہ خوب ماہر تھے، فرانسیسی
زبان مین وہ بقدر کفایت بات چیت کرتے تھے، اور فرانسیسی کتابون اور رسائل کو زیر مطالعہ
رکھتے تھے، انگریزی اور روسی جوٹی پھوٹی اُنھین آتی تھی انکی وجہ سے لندن اور پیٹرزبرگ مین
ان کا قیام تہا، شاید پشتو اور اردو بھی اتنی ہی آتی ہوگی، کتب عربی و فارسی کو وہ بہت زیادہ
پڑھتے تھے، اور کتب فرانسیسی کا بھی ایک حد تک مطالعہ کرتے تھے، اپنی تصنیف "تاریخ الافغان"
مین مشہور فرانسیسی عالم لنورمان (Lenorman) کے اقتباسات درج کئے ہین،
ان کی فقط دو کتابین یادگار رہ گئی ہین، ایک فارسی مین "رد نیچریہ" اور دوسری عربی مین "تاریخ
الافغان"[1] اخبار عروۃ الوثقی، اور ضیاء الخافقین مین جو مضامین انکے قلم سے نکلے تھے، وہ بھی باقی
ہین، مشارالیہ کو زندگی سے کچھ اعتنا نہ تہا، اور یہی وجہ ہے کہ اُنھون نے مال و دولت جمع نہین کی،
طہران مین ایک مرتبہ ناصر الدین شاہ نے ہزار تومان اور ایک ہیرے کی انگشتری اُنکے پاس
تحفۃً بھیجی، اُنھون نے روپیہ کو واپس کر دیا، اور انگوٹھی کو میزبان کے اصرار سے رکھہ لیا اور اسکو بھی
بالآخر اپنے میزبان کے صاحبزادے کو دیدیا، سید جمال الدین ترقی و وجاہت پسند مسلمان تھے،
اور اُنھین اسلام کا سچا عشق تہا۔ وہ اگرچہ متعصب نہ تھے لیکن وہ دین مین کسی انحراف کے پیرو نہ تھے،

[1] یہ مفید کتاب مصر مین چھپ گئی ہے، کتاب ام القری جو مصر مین چھپی ہے اور محض قصہ کے طور پر لکھی گئی ہے
اور جسمین مختلف ممالک اسلامی کے علماء کو باہمی مشورہ کی غرض سے مکہ معظمہ مین مجتمع دکھایا گیا ہے، اور ہر ایک مقرر
کی تقریر بھی درج کیگئی ہے، درحقیقت ایک فرضی قصہ ہے، جسکے مصنف مرحوم سید عبدالرحمن کواکبی حلبی ہین نہ کہ
جمال الدین۔ بعض حلقون مین اس کتاب کو سید جمال الدین سے غلطی سے اس بنا پر نسبت دیجا رہی ہے کہ اُنھون نے
ذاتی طور پر مکہ مین اس قسم کی ایک انجمن کی بنیاد ڈالی تھی۔

بطرس بستانی کے انسائیکلوپیڈیا مین جو مضمون انہون نے مذہب باب پر لکھا ہے، اس سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس فرقہ کے متعلق اچھے خیالات نہ رکھتے تھے۔

جن یورپین مصنفین نے سید کے حالات قلمبند کئے ہین ان سب نے انکی بزرگی اور بڑائی کا
اقرار کیا ہے، لیکن انکی تعریف مین کم و بیش مبالغہ بھی ہوتا ہے، پروفیسر براؤن جنکے مشرق اور ایران کے
متعلق خیالات کا سب کو علم ہے اور جنھون نے ۱۳۰۹ھ کے آخر مین مرزا ملکم خان کے مکان مین اُنسے
ملاقات کی تھی، اپنی کتاب "تاریخ انقلاب ایران" مین سید جمال الدین کی زندگی کے حالات پوری
شرح و بسط سے لکھنے کے بعد نہایت محبت آمیز الفاظ کے ساتھ انکی تعریف کرتے ہین، وہ لکھتے ہین
"یہ بزرگ شخص ایک زبردست سیاح اور عالم تہا اور باوجود اسکے کہ دولت دنیا مین سے ایک فصیح
زبان و قلم، وسیع علم، سیاسی فہم و فراست، معلومات مختلفہ اور اسلام (جسکے انحطاط کو وہ اپنے
دل مین محسوس کرتے تھے) کے لئے سچے عشق کے سوا ان کے پاس اور کچھ نہ تہا، تاہم یہ بات
بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے اور حرف بحرف صحیح ہے کہ اُنھون نے بادشاہون کے تخت و تاج کو
ہلا دیا تہا اور مدبرین یورپ کی بعض متفقہ تجاویز کو درہم برہم کر دیا تہا، اُنھون نے ان غیر معلوم قوتون کو
استعمال کیا جنکی جانب مشرق و مغرب کے سیاست دانون مین سے کوئی شخص بھی ملتفت نہوا تہا اور نہ
کسی کے ذہن مین اُن سے فائدہ اُٹھانے کا کبھی خیال ہی آیا۔ انہی کے ذریعہ مصر مین حب الوطنی اور
مذہبی اتحاد کے جذبات پہیلے۔۔۔۔"

ولفرڈ بلنٹ اپنی کتاب "گارڈون خرطوم" مین جمال الدین کے بارہ مین مبسوط حال لکھنے کے
بعد کہتا ہے کہ جمال الدین ایک بڑے شخص تھے، ان کی تعلیمات مین ایک خاص اثر اور کشش
پائی جاتی تھی، یہانتک کہ آخری ۳۰ سال مین دنیائے اسلام مین ان سے بڑھکر کوئی عالم نہین ہوا،
مین اپنے تئین بہت زیادہ مفتخر اور مشرف سمجھتا ہون کہ وہ انگلستان مین میرے یہان تین مہینے تک

مقیم رہے، لیکن وہ اپنے خیالات کے پکے تھے، اور پورے طور پر ایشیائی تھے اور آسانی کے ساتھ یورپین رسوم و آداب سے مانوس نہین ہوتے تھے۔

مشار الیہ کی شکل و شباہت اور ذاتی خصوصیات حسب ذیل ہین، وجیہ، توانا اور قوی الجثہ رنگ سیاہی مائل گہرا تھا، صورت مین عرب معلوم ہوتے تھے، آنکھین چمکدار تھین بہت قریب سے پڑھنے کے عادی تھے لیکن عینک کا کبھی استعمال نہین کیا، ان کے سر کے بال بلند تھے اور خوبصورت زیادہ تر علماے اسلامبول کا لباس زیب تن کرتے تھے، غذا کم تھی اور اکثر دن مین ایکبار کہانا کہاتے تھے مگر چائے کے بہت زیادہ شائق تھے، چرٹ پینے کے عادی تھے مگر صرف یورپ اور ٹرکی مین، سوتے بہت کم تھے، اور آہستہ آہستہ اور رک رک کر باتین کرتے تھے، قوت حافظہ بہت تیز تھی اور فرانسیسی زبان کو کسی استاد کی مدد کے بغیر بقدر ضرورت صرف تین مہینے مین حاصل کر لیا تھا۔

سید جمال الدین کے حالات زندگی ختم کرنیکے بعد ہم یہ کہنا چاہتے ہین کہ ہر قسم کی تحقیق و تدقیق اور تجسس و تلاش کے باوجود مشار الیہ کے بہت سے واقعات پردۂ تاریکی مین مخفی رہ گئے ہین، ان مین سے ایک مرزا باقر بواناتی کی روایت ہے جو لندن مین سید کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے، اور جنھون نے راقم الحروف کے ایک دوست سے آسے بیان کیا ہے، یعنی یہ کہ جس زمانے مین مرزا باقر کی عین عالم جوانی مین شیراز مین تکفیر ہوگئی اور وہ بھاگ کر بوشہر چلے گئے اور لوگ انھین پکڑنے کے لئے ان کے پیچھے پیچھے گئے، اور انھین گرفتار کر کے لئے جاتے تھے کہ کسی مولوی سے فتواے قتل حاصل کر کے انھین مار ڈالین، عین اس زمانہ مین سید جمال الدین بوشہر سے آرہے تھے، اور شیراز جانا چاہتے تھے، لوگون کو جب انکی موجودگی کا علم ہوا تو وہ انکی خدمت مین لیگئے، سید نے بلا تامل مرزا باقر کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور انکی نسبت "ملعون" "کافر"، وغیرہ کے الفاظ استعمال

کئے، اسکے بعد لوگون سے کہا کہ اسے میرے پاس چھوڑ جاؤ تاکہ اس سے قبول جرم کراؤن، اور کل صبح اسکے قتل کا حکم دیدون، مجمع یہ سننے کے بعد منتشر ہوگیا اور مرزا باقر کو سید کے مکان مین محبوس کر دیا گیا، نصف شب گذرنے پر سید آہستگی سے مرزا باقر کی کوٹھری مین گئے اور اُسے بیدار کر کے کہا کہ فی الفور فرار ہوجاؤ، اور اس طریقہ سے وہ انکی نجات کا باعث بنے، بعد مین مرزا باقر نے سید جمال الدین کو دیکھکر پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے نجات دلائی تھی، اگر یہ روایت درست ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید ایران مین دو مرتبہ آنے کے علاوہ تیسری مرتبہ بھی ابتداے جوانی مین ایران آئے تھے اور بوشہر کی راہ طہران یا اصفہان گئے تھے۔

علاوہ ازین اعتماد السلطنت بھی اپنی کتاب "المآثر والآثار" مین لکھتے ہین کہ سید ابتداے جوانی مین بمقام قزوین علوم شرعیہ حاصل کرنے کے بعد طہران گئے تھے، لیکن یہ امر پورے طور سے معلوم نہ ہوسکا کہ آیا تحصیل علوم انھون نے ہمدان مین کی یا قزوین، طہران، مشہد، اصفہان یا کابل مین۔

ان کے ایک دوست جو انکی پہلی سیاحت مین مدت تک اُنکے ہم سفر رہے تھے، اور روس مین اُن سے دوبارہ ملاقات کی تھی، یہ بیان کرتے ہین کہ سفر اول مین طہران مین ایک نوجوان شخص جسکی نسبت بعد مین معلوم ہوا کہ وہ سید کا بھانجا ہے، سید کے ساتھ رہتا تھا، اس زمانہ مین سید کے پاس عربی کتابون کے دو تین صندوق تھے جنھین انھون نے جوان مذکور کے ہاتھ ہمدان بھیجدیا تھا، یہی راوی ناقل ہے کہ سید یقیناً ایرانی تھے اور خود اس سے بیان کرتے تھے کہ مین نے اپنی جوانی کے دن افغانون مین بسر کئے ہین، مشار الیہ افغانون سے بہت دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔

فلسفۂ اجتماع پر ایک نظر

از

جناب متعضد ولی الرحمٰن صاحب بی، اے، لاہور

اردو زبان کی کم مائگی کسی دلیل وبرہان کی منت کش نہین، ہند کی مروجہ زبانون مین اگر کسی زبان کو بلحاظ قلت کتب علمیہ مفلس وقلاش کہہ سکتے ہین تو وہ یہی اُردو زبان ہے، بیہودہ نادل، اور لایعنی قصص اور افسانے تو ہزارون نہین تو سیکڑون کی تعداد مین ضرور نکل آتے ہونگے، مگر کتب علمیہ کی تصنیف وتالیف کی طرف بہت کم توجہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مصنفین اور مطالع کی کثرت کے باوجود اُردو زبان کے ذخیرۂ ادبی مین بہت کم ترقی ہوئی ہے، فی زماننا چند بزرگون نے اس طرف توجہ فرمائی ہے، اور کتب علمیہ کی تصنیف وتالیف مین مصروف ہوئے ہین، انہی مین ایک مولوی عبد الماجد صاحب بی، اے بھی ہین جنکا نام کسی تعارف کا محتاج نہین، آپ اپنی علمی زندگی، علمی تصانیف، اور عالمانہ مذاق کی وجہ سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین شہرت تامہ حاصل کرچکے ہین، فلسفۂ جذبات، فلسفۂ اجتماع، مکالمات برکلے، تاریخ اخلاق یورپ وغیرہ بہت سی کتب آپکی تصانیف وتراجم سے ہین، اسوقت ہمارے پیش نظر آپکی تصنیف فلسفۂ اجتماع ہے۔

فلسفۂ اجتماع پر مفصل تنقید کرنا مضمون ہذا کی غرض وغایت نہین، یہ کام اس سے قبل ہوچکا ہوگا، ہمکو مولویصاحب سے چند امور مین جزئی اختلاف ہے، اور ان ہی اختلافات پر بحث کرنا اوراق مابعد کا موضوع ہے۔

مولویصاحب میراث عمرانی پر بحث کرتے ہوئے صفحہ ۱۴۲ پر تحریر فرماتے ہین،

"لیکن کیا اس میراث عمرانی مین ہر شخص برابر کا شریک ہوتا ہے؟ کیا اس نعمت عظمیٰ کو بھی اس ترکۂ بیش بہا کے حصول کے لئے کسی قید وشرط کی حاجت نہین، کیا ہر وہ ہستی جس پر انسان کا اطلاق ہوسکتا ہے، اسکی مساوی حقدار ہوتی ہے؟ مشاہدہ ان سوالون کا جواب نفی مین دیتا ہے، دار و زندان کا وجود، پاگل خانہ واصلاح خانہ کا قیام، پولیس وعدالت کی کارفرمائی، یہ تمام واقعات زبان حال سے شہادت دے رہے ہین کہ ہر شخص کو اس ورثہ مین یکسان حصہ نہین ملا، بلکہ بہت سے افراد ایسے ہین جو اس دولت سے ایک بڑی حد تک محروم ہین (مثلاً مجانین، حمقا، یا جرائم پیشہ گروہ) اور اس محرومی کی سزا و پاداش کے لئے یہ مختلف ذرائع ومقامات عالم وجود مین لائے گئے ہین"۔

اس بیان مین سب سے پہلے تو اس فقرے کا مطلب ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کیا اس نعمتِ عظمیٰ کو بھی اس ترکۂ بیش بہا کے حصول کے لئے کسی قید وشرط کی حاجت نہین؟ یہ نہین معلوم ہوتا کہ "نعمتِ عظمیٰ" سے کیا مراد ہے؟ اور اسکا مشار الیہ کون ہے؟ جہان تک ہماری فہم کام دیتی ہے اسکا مطلب ومراد انسان ہے، مگر انسان کو "نعمتِ عظمیٰ" کہنے کا سبب نہ معلوم ہوسکا، "ترکۂ بیش بہا" تو یقیناً میراث عمرانی کے لئے استعمال ہوا ہے، شاید کہ کتابت کی غلطی ہوگئی ہو اور اصل فقرہ اسطرح ہو "کیا اس نعمت عظمیٰ اور اس ترکۂ بیش بہا . . . وغیرہ" +

اسکے بعد ہمارا پہلا شبہہ یہ ہے کہ یہان مولویصاحب کو "فردیت" اور "شخصیت" کے استعمال مین التباس واقع ہوا ہے، "شخص" پر ہم دو حیثیتون سے غور کرسکتے ہین، ایک بلحاظ فردیت اور دوسرے بلحاظ شخصیت لفظ فردیت کا اطلاق ان خصائص پر ہوتا ہے، جنکی وجہ سے ایک آدمی عام اس سے کہ ذی عقل ہو یا کم عقل آدمی کہلانے کا مستحق ہے، اسکے برخلاف شخصیت سے مراد وہ خصائص ہوتے ہین

جنکی وجہ سے وہ اپنے افعال و سیرت کو سوسائٹی کے مطابق منضبط کر سکتا ہے، ہر شخص بلحاظ فرد یت سوسائٹی کے موجودہ مروجہ فوائد مین برابر کا مستحق ہوتا ہے، مگر یہ فواید صرف اس شخص کے لئے فواید ہونگے جو صحیح الدماغ اور صحیح النفس ہو، مجنون یا احمق نہو، ان فواید سے فائدہ اُٹھانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس شخص مین اتنی قابلیت ہو کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو سمجھے، اگر اسمین یہ قابلیت نہین تو اُسکے لئے یہ تمام فواید کالعدم ہین -

اسکے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ ان فواید کی بذاتہ کوئی قدر و قیمت نہین ہوتی بلکہ یہ قدر و قیمت ایک کیفیت فاعلی ہے، وہ اضافی ہوتے ہین نہ کہ مطلق، ایک مجنون کے لئے زمانۂ حال کی ریلین اور تار برقی وغیرہ اتنے ہی بیکار ہین جتنا کہ ایک صحیح العقل کے لئے ایک تنکا، اسکے برخلاف ایک احمق یا مجنون کے لئے وہ چیز بہت ہی قابل قدر ہو سکتی ہے جسکو صحیح الدماغ لوگ ناکارہ سمجھکر نظر انداز کر دیتے ہین، مثلاً اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک دیوانہ شخص اپنے کاسۂ شکستہ کو جام جمشید سے زیادہ قیمتی خیال کرتا ہے، چنانچہ اُسکو یہ گوارا نہین ہوتا کہ اُس سے ایک لحظہ کے لئے بھی وہ جدا ہو، یا ایک زاہد کی مثال لیجئے جو اس دنیا کو ٹھکرا کر زاویہ نشین ہو چکا ہے، اسکے لئے اس دنیائے دنی کی تمام اشیاء بالکل بے قدر ہین، ان تمام واقعات پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ کسی چیز کا "نعمت عظمیٰ" یا "ترکۂ بیش بہا" ہونا اس شخص کی کیفیت فاعلی ہے، جسمین ان سے متمتع ہونے کی قابلیت ہے، انکی بذاتہ کوئی قیمت نہین، لہذا "میراث عمرانی" کو "نعمت عظمیٰ" اور "ترکۂ بیش بہا" کہنا فاعلی اور خارجی نقطہائے نظر مین التباس پیدا کرنا ہوگا -

اسکے علاوہ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ آپ اس ترکۂ بیش بہا کے حصول کے لئے "تعلیم پذیری" کی شرط لگاتے ہین، اور اسکی تعلیم پذیری کے لئے زبان نے دو اصطلاحین مقرر کر دی ہین، (صفحہ ۳۵) ایک محاکات اور دوسرا اثر پذیری، لہذا اسکے حصول کے لئے محاکات اور اثر پذیری کی

شرط ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ مجانین یا حمقاء کی میراث عمرانی سے محروم رہنے کی وجہ کیا ہے، اسکی وجہ خود مولوی صاحب کی زبانی یہ ہے کہ "وہ عقلی خواہ عملی حیثیت سے سوسائٹی کے اثرات اور تعلیمات سے غیر مستفید رہتے ہین" (صفحہ ۳۴) یا بالفاظ دیگر ان مین تعلیم پذیری کا مادہ نہین ہوتا، یا ان مین محاکات اور اثر پذیری مفقود ہوتی ہین، بالکل بجا - مگر اب قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اس طرح ان سے غیر مستفید رہنا ان کے بس مین ہے؟ کیا وہ جان بوجھکر ان سے کنارہ کرتے ہین، اور اسطرح حیات اجتماعی سے بیگانہ رہتے ہین؟ صاف ظاہر ہے کہ کوئی شخص جان بوجھکر مجنون یا احمق یا یکے از جرائم پیشہ نہ بنیگا - اسکی حالتِ جنون یا حمق ان تاثرات کا نتیجہ ہوتی ہے جن پر اسکو قابو نہین ہوتا، مثلاً حمقاء کے گھر مین پیدا ہونا، یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسپر اُسکو قابو نہین، اگر ہوتا تو وہ ہرگز یہ پسند نہ کرتا کہ اُن کے ہان جنم لے، یہی صورت حال مجانین و جرائم پیشہ لوگون کی ہے، طبیعت انسانی کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ وہ کسی طرح بھی اپنے آپکو زدہ و کمتر حالت مین نہین دیکھ سکتی اور اس ردی حالت کو منتخب بھی کرتی ہے تو ان اعلیٰ مراتب کی اُمید مین جسکے لئے وہ حالت ایک طرح کا زینہ ہوتی ہے، یہ صورت ان لوگون کی ہوتی ہے جو اس دنیا کے علائق کو رفع دفع کرتے ہین، صرف اسلئے کہ ان کے پیش نظر وہ حالت ہوتی ہے جو روحانی ترقی کا نتیجہ ہوتی ہے، اور جو شخص کہ ان اعلیٰ مراتب کو قابل حصول یا انکی طرف سے عدیم الاعتنا ہوتا ہے وہ کبھی بھی اس حالت کو اختیار نہین کرتا اس حالت کے اختیار کرنے کا دوسرا محرک "حصولِ مسرت" ہو سکتا ہے - مگر بقول مل "کوئی ذی عقل شخص صرف حصول مسرت کے لئے احمق یا کوئی تعلیم یافتہ شخص جاہل مطلق ہونا پسند نہ کریگا" (رسالۂ افادیت صفحہ ۱۲) ان تمام باتون پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ مجانین یا حمقا کسی طرح بھی جان بوجھکر ایسے نہین بنتے، اور اسطرح کسی سزا و پاداش کے مستوجب نہین ہو سکتے

یہ ایک عام فہم بات ہے کہ سزا یا پاداش اس فعل کی ہوتی ہے جو فاعل کے قبضۂ قدرت

مین ہوتا ہے، اس امر کی توضیح کے لئے کسی منطقیانہ یا فلسفیانہ دلائل کی ضرورت نہین، ایک چور کو چوری کی سزا ہم اسلئے دیتے ہین کہ چوری کرنا اسکے بس مین تہا، مگر فرض کیجئے کہ ایک شخص ٹنڈا یا اندہا پیدا ہوا ہے، اور ہم اسکو صرف اس وجہ سے سزا دین کہ وہ ایسا پیدا ہوا تو ہمارا یہ فعل کسقدر خلاف عقل وخلاف انسانیت ہوگا، ہان اگر وہ چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے اور دیوار پر سے کود پڑے اور ٹنڈا ہو جائے، تب البتہ اسپر کوئی رحم نہ کیا جائیگا، مگر صرف اسلئے کہ نہ وہ چوری کرتا نہ اسکو دیوار سے کودنے کی ضرورت محسوس ہوتی اور نہ وہ ٹنڈا ہوتا، مجانین کی مثال لیجئے، یہ فرقہ ہر قسم کی سزا کی دسترس سے باہر ہے، یہانتک کہ اگر وہ کسی کو قتل بھی کر دے تب بھی اسکو پہانسی نہ دیجائیگی، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جائیگا کہ اسکو پاگل خانہ بھیجدیا جائیگا، مگر سزا کے لئے نہین جیسا کہ مولوی صاحب کا خیال ہے بلکہ اسلئے کہ لوگ آیندہ اسکے حملون سے محفوظ رہین۔

اب ظاہر ہے کہ میراث عمرانی مین حصہ دار ہونا کسی فرد کے اختیار مین نہین، یہ تو "اسلاف کا ترکہ یا ورثہ" (صفحہ ۷۹) اور ہمیشہ وہبی اور خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی، "یہ تمام چیزین (یعنی میراث عمرانی) افراد کو انکی ولادت کے ساتھ ایک بڑی حد تک بنی بنائی اور تیار شدہ ملجاتی ہین" (صفحہ ۷۹) اگر ہم نے مجانین، حمقا یا جرائم پیشہ گروہ کو صرف اسلئے سزا دی کہ وہ میراث عمرانی سے محروم ہین تو ہمارا فعل یقیناً خلاف عقل کہلائیگا، اسکے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ پاگل خانے اور اصلاح خانے سزا و پاداش کے لئے عالم وجود مین نہین آئے، مثلاً یہ کہنا کہ ہم پاگل کو پاگل خانے اسلئے بھیجتے ہین کہ وہ وہان رہکر اپنے جنون کی سزا بھگتے، صریحاً غلط ہے،

یہانتک تو صرف ایک عام فہم بات پر بحث تھی، اب ہم اس پر فلسفیانہ نظر ڈالتے ہین، اخلاقیات کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ ہم صرف ایسے فعل کو نیک یا بد قرار دے سکتے ہین جو فاعل کی نیت وارادہ سے صادر ہو، اس اصول کے موافق ہم مجانین کے کسی فعل پر ایسا حکم نہین لگا سکتے،

کیونکہ ان کے تمام افعال بلا کسی نیت وارادہ کے ہوتے ہین، حمقاء کے افعال اگرچہ بالارادہ ہوتے ہین مگر وہ عقل کے فقدان کی وجہ سے اکثر ایسے کام کرتے ہین جسمین انکی نیت کچھ اور ہی ہوتی ہے، اسلئے ان کے تمام نہین تو اکثر افعال بلا نیت وارادہ کہے جا سکتے ہین، اور لہذا ہم انکو سزا یا پاداش کا مستحق قرار نہین دے سکتے۔

دوسرا پہلو اس بحث کا یہ ہے کہ ہم سزا کے مقصد و مراد پر غور کرین اور دیکھین کہ مجانین وغیرہ کو سزا دینے مین ہمارا مقصد کیا ہوتا ہے، سزا کے مقصد کے متعلق ماہرین اخلاقیات نے تین نظریے پیش کئے ہین (مینوئل آف اتھکس مصنفہ میکنزی صفحہ ۳۰۴) اول یہ کہ سزا اسلئے دیجاتی ہے کہ دوسرے لوگ قاتل کے سوء انجام کو دیکھکر قتل کی جرات نہ کرین، دوسرا نظریہ یہ ہے کہ سزا کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے مجرم کی تہذیب نفس اور اصلاح ہو جائے، مثلاً چور کو قید خانہ اسلئے بھیجتے ہین کہ وہ وہان کی تکالیف اٹھا کر پھر چوری کرنے سے توبہ کرلے، تیسرا خیال یہ ہے کہ مجرم کو اسکے جرم کا بدلہ دیا جائے، مثلاً ایک باغی کو سزا اسلئے دیجاتی ہے کہ اس نے بغاوت کی، نہ اسلئے کہ وہ آیندہ بغاوت نہ کرے، یا اور لوگ اسکا حشر دیکھکر بغاوت نہ کرین، ان تینون نظریون پر مفصل بحث کرنا ہمارے موضوع سے باہر ہے، ہمکو صرف یہ دیکھنا ہے کہ میراث عمرانی سے محرومی کی سزا کا مقصد ان تینون مین سے کونسا ہے، ظاہر ہے کہ ہم اسکو کسی کے تحت مین بھی نہین لا سکتے، کیونکہ پہلے خیال کے مطابق یہ ہونا چاہیئے کہ ایک محروم میراث عمرانی کی تکالیف اور اسکی ذلتون کو دیکھکر دوسرے اسی قبیل کے اشخاص اسکو حاصل کرنے کی کوشش کرین مگر دقت یہ ہے کہ یہ اکتسابی نہین، معترض کہہ سکتا ہے کہ دولت وجائداد، علوم وفنون، زبان وادب وغیرہ تمام اکتسابی ہین، مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ ہر شخص دولت وجائداد علوم وفنون وغیرہ حاصل نہین کر سکتا، کیونکہ اسکے حصول کیلئے ایک ملکہ کی ضرورت ہوتی ہے جو حقیقی ہوتا ہے، غور کیجئے اگر مال و دولت حاصل کرنا ہر شخص کے

اختیار مین ہوتا تو دنیا مین غریب کون کہلاتا، اگر ہر شخص علوم و فنون سیکھ سکتا تو جاہل عنقا صفت ہوتا اور اگر ہر شخص ادب حاصل کرسکتا تو بے ادب کا لفظ ہی نہین ہوتا، دوسرے نظریہ کا اقتضاء یہ ہونا چاہیئے کہ وہ شخص خود ایک دفعہ سزا بھگت کر انکو حاصل کرنے کی کوشش کرے، مگر یہ بھی مندرجہ بالا وجوہ سے ناممکن ہے، تیسرے عقیدہ کے موافق مجانین اور حمقاء یا جرائم پیشہ گروہ کو سزا دینی سخت بیرحمی اور حد درجہ کی کم عقلی کا ثبوت دینا ہوگا -

ان تمام باتون کو مدنظر رکھکر قارئین خود فیصلہ کرین کہ افراد کو صرف اسلئے سزا دینی کہ وہ ایک وہبی اور خلقی صفت سے عاری ہین، کہانتک درست ہے، ہان اگر یہ اوصاف اکتسابی ہوتے اور وہ اسکے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتے تب البتہ وہ سخت ترین سزا کے مستوجب ہوتے بلکہ اس حالت مین انکو سزا نہ دینا سوسائٹی پر ظلم کرنا ہے، اگر ایک حاکم ایک چور کو سزا نہ دے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ چوری کے عام کرنے کی فکر مین ہے، اصل مین مولوی صاحب کو نفسیاتی اور اخلاقی نقطہائے نظر مین التباس ہوا ہے،

جماعت کی تخیل آرائی پر بحث کرتے ہوئے آپ صفحہ ۵۵ کے حصہ زیرین پر ایک مثال اسطرح دیتے ہین:-

"معمولی سیارہ جنگ کے زمانہ مین، جماعت کو جرمن کا ہوائی جہاز نظر آتا ہے جو روز شام کو شمالی ہند کی فضا پر منڈلایا کرتا ہے، اسکی تیز چمک مین صاف برقی روشنی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے، بلکہ اکثر دن کو اسکے اندر جرمن سپاہیون کی صورتین بھی بہت صاف دکھائی دیتی ہین"

ہمارے نزدیک تخیل آرائی کی یہ کوئی عمدہ مثال نہین، اگر ہم تخیل کو عام اور شاعرانہ معنون مین استعمال کرین تو بیشک اسپر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا، لیکن ایسی کتاب مین جسکا موضوع نفسیات ہے، تخیل کے لفظ کو اصطلاحی معنون کے بجائے شاعرانہ معنون مین استعمال کرنا بالکل

غیر موزون ہے، تخیل کی تعریف معلم ثانی ابونصر فارابی نے اپنی کتاب "آراء اہل المدینۃ الفاضلۃ" مین یون لکھی ہے کہ ھی قوۃ یحفظ بھا، ما ارتسم فی نفسہ من المحسوسات بعد غیبتھا عن مشاھدۃ الحواس بھا، یعنی تخیلیہ وہ قوت ہے جسکے ذریعہ سے مشاہدۂ حواس کے بعد ان کے احساسات کا اثر ذہن مین باقی رہتا ہے"۔ بعینہ یہی تعریف زمانۂ حال کے ماہرین نفسیات مثلاً پروفیسر جیمز نے کی ہے، (ٹکسٹ بک آف سائکولوجی صفحہ ۳۰۲) ان الفاظ کے صحیح معنی یہ ہین کہ تخیل ہمارے ذہن مین اس چیز کی تصویر پیدا کرتا ہے جسکا وجود اسوقت ہمارے سامنے نہین ہوتا - مثلاً آپ کی میز پر آپکے سامنے ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، اور آپ اسکو دیکھ رہے ہین، آپکے ذہن مین اس کتاب کی ایک تصویر پیدا ہوتی ہے، مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ تصویر تخیل کا نتیجہ ہے، ہان کتاب کو ہٹا لینے کے بعد جو تصویر آپ کا ذہن پیش کریگا وہ البتہ تخیل کا کام ہے، مولوی صاحب کی اس مثال مین جماعت "معمولی سیارہ کو جرمن کا ہوائی جہاز تصور کرتی ہے، سوال یہ ہے کہ ہم اسکو کہان تک تخیل آرائی کہہ سکتے ہین، ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین اسکو صرف شاعرانہ معنون مین تخیل آرائی کہہ سکتے ہین، ورنہ اصول نفسیات کی رو سے ہم اسکو صرف اسوقت تخیل آرائی کا نام دینگے جبکہ ہم اپنے گرد و پیش کے حالات سے قطع نظر کرلین اور اسپر ان تمام حالات سے علحدہ غور کرین مگر مشکل یہ ہے کہ سطور ہذا (یعنی فلسفۂ اجتماع) کی تحریر کے وقت مصنف اپنے گرد و پیش یہ تماشا دیکھتا ہے کہ یورپ کی ہولناک جنگ کے متعلق ہر طرح کی بے سرو پا افواہین نہایت کثرت کے ساتھ مشہور ہو رہی ہین" (صفحہ ۵۵) اس بیان اور ان تمام افواہون کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس مثال کو کسی طرح علمی تخیل آرائی نہین کہہ سکتے،

اب سوال یہ ہے کہ اگر یہ تخیل آرائی نہین تو اور کیا ہے؟ ہمارے نزدیک یہ مثال ہے توجہ کی اس قسم کی جسکو ڈاکٹر سٹاؤٹ نے (Expectant attention) کہا ہے،

(مینوئل آف سائیکوجی صفحہ ۱۵۹) مثلاً آپ ایک کتاب تلاش کر رہے ہین، آپکے ذہن مین
اسکی شکل محفوظ ہے، اور آپ اسی تصویر کی مدد سے اس کتاب کی تلاش کرتے ہین، اگر آپ کے
ذہن مین کسی قسم کی تصویر نہو تو آپ اپنی تلاش مین کامیاب نہین ہو سکتے، اس قسم کی تصویر اکثر
کذب الحواس (Illusion) کا باعث ہوتی ہے جسکی اصلی وجہ وہی Expectant
attention ہوتی ہے، فرض کیجئے کہ آپ چلے جا رہے ہین اور آپکو یقین واثق ہے کہ
زید ملیگا، اتفاق سے کوئی اور شخص عمرو آپکو نظر آتا ہے مگر آپکو وہ زید ہی دکھائی دیتا ہے۔

اتنا معلوم ہو گیا کہ (Expectant attention) کذب الحواس کا
باعث ہوتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ مثال زیر بحث کذب الحواس کی کس قسم مین سے ہے،
پروفیسر جیمز نے اسکو دو قسمون مین منقسم کیا ہے، (ٹکسٹ بک آف سائیکوجی صفحہ ۳۱۸)
ایک تو یہ کہ ایک چیز ہم پر ایک خاص اثر ڈالتی ہے، آیندہ جب کبھی وہ چیز سامنے آتی ہے تو
ہم اسی پرانے اثر کے اُمیدوار رہتے ہین اور اسی کو محسوس کرتے ہین، دوسری قسم یہ کہ ہمارے
ذہن مین ایک چیز کا خیال عارضی طور پر مضبوطی کے ساتھ جاگزین ہوتا ہے، اسلئے ہمکو ہر چیز وہی
خاص چیز دکھائی دیتی ہے، مثلاً فرض کیجئے کہ آپ کبوتر کے شکار کو نکلے ہین، آپ کے ذہن مین
کبوتر کا خیال نہایت مضبوطی کے ساتھ جاگزین ہے، اور آپ ہر طرف اسکے متلاشی رہتے ہین،
اتفاقاً آپکو فضا مین ایک پرندہ دکھائی دیتا ہے جو کبوتر کے برابر ہے، آپ کا ذہن کبوتر کے دیگر
صفات ذاتی مثلاً اسکا رنگ، اسکی سرخ آنکھین وغیرہ اپنے پاس سے ملا کر اسکو کبوتر کی شکل پیدا دیتا ہے
اور آپ اسی خیال پر اسپر بندوق چلا دیتے ہین، بعینہ یہی حال اس سیارہ کا ہوتا ہے جسکو جماعت
جرمن کا ہوائی جہاز تصور کرتی ہے، "جنگ کے متعلق ہر قسم کی بے سروپا خبرین مشہور ہو رہی ہین"
ان خبرون کی تکرار، اور مختلف اشخاص اور مختلف ذرایع سے انکی تشہیر کا اثر عوام پر یہ پڑتا ہے کہ

ان کے ذہن مین وہ تمام باتین جڑ پکڑ لیتی ہین، لہذا وہ ہر چیز کو اسی رنگ مین دیکھتے ہین، انہی
خبرون کی وجہ سے وہ ہر وقت جرمن ہوائی جہاز کے منتظر رہتے ہین، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رات کے
وقت اچانک اُنکی نظر ایک سیارہ پر پڑتی ہے، جرمنی ہوائی جہازون کا خیال اسکو ہوائی جہاز کی
شکل مین پیش کرتا ہے، اور اسکے ساتھ ہی ذہن جہاز کے لوازمات یعنی برقی روشنی اور سپاہیون
کی شکل بھی مہیا کر دیتا ہے، اور لوگ اسکو جرمن کا ہوائی جہاز یقین کر لیتے ہین، اب اعتراض یہ ہو سکتا ہے
کہ ذہن کے اس تمام فعل مین تخیل کی بھی مدد ہوتی ہے، ہم اسکو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہین، تخیل کا
اس مین بالکل دخل نہین ہوتا، تمام تصور اور تمام رنگ آمیزی عقل کی طرف سے ہوتی ہے، کیونکہ
بقول جیمز کذب الحواس مین تمام فتور عقل ہی کا ہوتا ہے، عقل مقدمات حسی کے جوڑ توڑ مین
دھوکا کھاتی ہے جسکا نتیجہ ایک غلط ادراک ہوتا ہے جسکو اصطلاح مین "کذب الحواس" کہتے ہین۔

جماعت کے تخیل کو متاثر کرنے کے لئے مولوی صاحب نے چار طریقے بیان کئے ہین،
ان مین سے تیسرا صفحہ ۷۶ پر بیان کیا گیا ہے، وہو ہذا:-

"تیسرا اصول تخیل کو متاثر کرنے کا وہی ہے جسے ہم ایک ہی آدھ صفحہ اوپر بیان کر چکے ہین،
یعنی ہر واقعہ کو حتی الامکان تصاویر و مناظر اصلی کے ذریعہ ظاہر کرنا"۔

جہان تک ہم سمجھ سکتے ہین، مولوی صاحب کا مطلب اور تمام استدلال یہ ہے کہ اس
قسم کی متحرک اور جیتی جاگتی اور کالاصل تصاویر و مناظر دکھانے سے جماعت کے افراد کا ذہن فوراً
اس چیز کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جنکی وہ یادگار ہوتی ہین، مثلاً آپ کو سلاطین مغلیہ کی شوکت
و عظمت دکھانی مقصود ہے، آپ کسی بائسکوپ یا سینما مین ان کے محلات، ان کے باغات، انکے
دربار غرض انکی زندگی کے ہر شعبہ کی تصاویر دکھاتے ہین، انکو دیکھکر ناظرین کا ذہن فوراً ان
سلاطین کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور وہ انکی شوکت و عظمت کے قائل ہو جاتے ہین، بالفاظ دیگر

یہ تضاد بیرو ائتلاف افکار کی وساطت سے ہمکو اصلیت کی طرف راجع کرتی ہین،

ہمکو مولوی صاحب کے اس بیان غیر مشروط پر اعتراض ہے، کیونکہ یہ دکھایا جا چکا ہے کہ تخیل کو اس طریقہ سے متاثر کرنے مین تمام کھیل "ائتلافِ افکار" کا ہے، اور ائتلاف افکار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک چیز کو دیکھکر ہمکو اسکی ضد کا خیال آتا ہے، مثلاً سفید کو دیکھکر سیاہی کا خیال آنا غیر معمولی بات نہین، اسی طرح یہان بھی ہو سکتا ہے کہ تصویر کو دیکھکر بجائے اسکے کہ سلاطین مغلیہ کی شوکت وعظمت کا احساس ہو، ہو سکتا ہے کہ انکی طرف سے انکی عیش پرستی اور آرام طلبی کی وجہ سے اور نفرت ہو جائے، اس قسم کے ائتلاف بالتضاد کا ظہور پذیر ہونا اسوقت بہت قرین قیاس ہوتا ہے جبکہ جماعت کے دل مین گروہ ثانی کی طرف سے نفرت تامہ موجود ہو، مثلاً آپ ایک متعصب غیر مسلم سے جسکے دل مین مسلمانون اور اسلام کی طرف سے نفرت گُھی ہو یہ بیان کرین کہ تم نیکی کے کام کروگے اور اسلام لے آؤگے تو مرنے کے بعد تمہین بڑی اور چمکدار آنکھون والی اچھوتی حورین ملین گی، کھانے کے لئے دودھ، شہد، انار اور ہر طرح کے تر و تازہ میوے ملین گے، خدمت کے لئے ہر وقت خوبصورت غلام کمربستہ رہین گے" (صفحہ ۶۷) تو آپ خیال کر سکتے ہین کہ اُسکے دل مین ان الفاظ کا کیا اثر ہوگا؟ بجاے اسکے کہ وہ مسلمان نیک مردون کی حیات اخروی کی آسائش کا قایل ہو، اسکو ان کے تعیش کا یقین ہو جائیگا، اس قسم کی اور مثالون کی کمی نہین، آجکل ہماری آنکھون کے سامنے اکثر اسی اصول پر کاربند ہونے کی کوشش کیجاتی ہے، جسکا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ ناظرین بجائے رعب مین آنے کے نفور ہو جاتے ہین، متجسس طبایع کے لئے ایسی امثلہ کا قحط نہین۔

ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کا یہ اصول معیار گرا ہوا ہے، کیونکہ ہر اصول کے ثبوت و وجوب کیلئے شرط ہین اور وہی یہان مفقود ہین، اگر اسکو کچھ اس طرح مشروط کردین کہ "جماعت مین گروہ ثانی کی طرف سے کوئی نفرت اور عداوت جاگزین نہو" تب البتہ ہم اسکو ہر موقع ومحل پر کام مین لاسکتے ہین، جن الفاظ مین مولوی صاحب نے بیان کیا ہے، ان مین اُسکو "اصول" قرار نہین دیا جاسکتا۔

جماعت مین جذبات کے جزو غالب ہونے پر بحث کرتے ہوئے صفحہ ۹ ، پر تحریر کیا ہے،

× × × ورنہ کائنات کی مشینری جس کمانی سے چل رہی ہے، وہ جذبات کی قوت ہے، جذبات کی جدہر رفتار ہوتی ہے، اسیطرف انسان جاتا ہے، جذبات کا جو تقاضا ہوتا ہے اسی کے مطابق انسان سے افعال واعمال صادر ہوتے ہین"

پھر صفحہ ۸۰ پر دوبارہ اسکا اعادہ کیا گیا، چنانچہ لکھتے ہین :۔

"کردار وسیرت کی کنجی جذبات ہی کے ہاتھ مین ہے"

ان جملون کا صریح مطلب تو یہ ہے کہ انسان کے من حیث الفرد تمام افعال واعمال کا محرک جذبات ہین، ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ مولوی صاحب نے "جذبات" کو کن معنون مین استعمال کیا ہے، اگر یہ وہی ہین جنکو انگریزی مین (Emotions) کہتے ہین تو ہم کسیطرح بھی مولوی صاحب کے ساتھ متفق نہین ہو سکتے، اسمین شک نہین کہ منجملہ اور محرکات عمل کے جذبات بھی ہین، مگر صرف جذبات ہی کو محرک عمل قرار دینا غلطی پر مبنی ہے۔ "جذبات" کو کائنات کی مشینری کی کمانی" نہین کہہ سکتے ہین، اگرچہ اسمین بھی کلام نہین یہ کہ اس مشینری کے مختلف پرزون مین سے یہ ایک پرزہ ہے بشرطیکہ ہم پروفیسر میکڈوگل کے ہمخیال ہو کر جذبہ کو جبلت (Instinct) کے اجزا ثلاثہ مین سے ایک تسلیم کرلین، جبلتون کے محرکات عمل ہوتے ہین، کسی کو کلام نہین اور ان ہی کی وجہ سے جذبات بھی محرکات عمل ہو سکتے ہین۔

اصل یہ ہے کہ "جذبات" کا استعمال مولوی صاحب نے مختلف معنون مین کیا ہے،

کہین اس سے مراد (Emotions) ہے اور کہین (Sentiments) مثلاً صفحہ ۹۳ و ۹۴ پر آپ نے "جذبۂ حب وطن" اور "جذبۂ تحقیق فن و تفتیش علوم" کا ذکر کیا ہے، ظاہر ہے اس قسم کے جذبات کا وجود نہین یہ محض (Sentiments) ہوتے ہین، اسکے علاوہ بعض بعض جگہ "جذبات" کو ان عام معنون مین استعمال کیا گیا ہے جنہین کہ ناول نویس استعمال کرتا ہے، اس اختلاف مفاہیم مین اصلی مراد کو سمجھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، بہر کیف معلوم یہی ہوتا ہے کہ عبارت منقولہ بالا مین "جذبات" کو (Emotion) کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔

اسی صفحہ پر مولوی صاحب لکھتے ہین:۔

"اور جذبات کی جو نوعیت ہوتی ہے اسی طرز پر انسان کی سیرت اور کیرکٹر کی تشکیل ہوتی ہے"

یہ بیان بھی ہمارے نزدیک قابل اعتراض ہے، انسان کی سیرت اور کیرکٹر کی تشکیل کو جذبات کی نوعیت کے تابع کرنا خالی از خطا نہین، اس بات کو واضح کرنے کے لئے فلسفیانہ دلائل کی ضرورت نہین کہ کسی چیز کی قلب ماہیت صرف اسطرح ہو سکتی ہے کہ ایک دوسری چیز اسکی صحبت مین ہمیشہ یا تا دیر رہے، ایک ایسی چیز جو کبھی آئے اور کبھی غائب ہو جائے، اور جب کبھی آئے تو صرف چند لمحون کے لئے۔ کسی دوسری چیز پر اثر نہین ڈال سکتی، اور لہذا اسکی قلب ماہیت کامیاب نہین ہو سکتی، بجلی کی چمک سے کوئی تاریک کمرہ مستقل طور پر یا ایک کافی عرصہ کے لئے روشن نہین ہو سکتا۔ برخلاف اسکے ایک چراغ خواہ وہ چراغ سحری کی طرح ٹمٹماتا ہوا ہی کیون نہو ایک کمرہ کو روشن رکھ سکتا ہے، جذبات کی حیثیت بھی "چشمک برق" یا "تبسم شرار" سے زیادہ نہین ہوتی، اس سے ظاہر ہے کہ یہ انسان کی قلب ماہیت مین مد

نہین ہو سکتے اور اسلئے اُنکی سیرت اور کیرکٹر کی تشکیل اُسکے تابع نہین ہو سکتی۔

آگے چل کر اسی صفحہ ۹۷ پر لکھا ہے:۔

البتہ عقل کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ جذبات کے غیر محدود زور و قوت کو ایک حد تک محدود و مقید رکھتی ہے، سیرت انسانی کی تشبیہ اگر ایک سوار سے دیجائے تو کہا جاسکتا ہے کہ اسکا رہوار جذبات ہین، اور عقل بجائے لگام کے ہے جو راہوار کو قابو سے باہر نہین ہونے دیتی۔

ہمارے نزدیک یہ بہت مشکل ہے کہ عقل کو جذبات پر ہر قسم کی قدرت حاصل ہو، یہ بالکل اسکی دسترس سے باہر ہوتے ہین، قبل اسکے کہ عقل اپنا عمل تحدید و تقیید شروع کرے، جذبات طاری ہوتے اور زائل ہو جاتے ہین، اور اگر وہ اتنا عرصہ ٹھیرتے بھی ہین کہ عقل ان پر اپنا اثر ڈال سکے تو عقل اسوقت اپنے آپکو بالکل بے بس پاتی ہے، کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ جذبات ہمارے شعور کی طاقت کو اگر بالکل نہین تو بہت بڑی حد تک سلب کر لیتے ہین اور جب شعور ہی تقریباً سلب ہو گیا تو عقل کس راستے سے داخل ہو سکتی ہے، شعور اور اسلئے عقل کا زور صرف اسوقت تک ہوتا ہے جب تک کہ جذبات نمودار نہین ہوتے، جذبات گویا "بلی کی میاؤن" ہوتے ہین جسکو عقل کے چوہے نہین پکڑ سکتے۔

ادعا و تحکم پر غور کرتے ہوئے صفحہ ۱۶۲ پر ایک "پیکر ادعا" اور "مجسمۂ تحکم" کے طبقے کے سب سے زیادہ مشہور شخص کی انداز تحریر کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے، یہ نمونہ صفحہ ۱۶۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۶۷ تک پھیلتا چلا گیا ہے، طوالت کے خوف سے ہم اسکو قلم انداز کرتے ہین، قارئین کرام خود تکلیف گوارا فرما کر اسکو ملاحظہ کر لین، ہمکو اس تحریر مین کسی قسم کا ادعا یا تحکم نظر نہین آتا، صفحہ ۱۶۷ کا نمونہ البتہ ادعا و تحکم کا اچھا نمونہ ہے، مگر یہ خاص تحریر ہمارے خیال مین ادعا و تحکم سے

بالکل معرا ہے، اسمین شک نہین کہ اس عبارت مین جماعت کے جذبات کو برانگیختہ کیا گیا ہے اور اسطرح کہ یورپین مال کے بائیکاٹ کرنے کی تحریض کی گئی ہے، مگر دقت یہ ہے کہ مولوی صاحب نے یہ مثال ادّعا و تحکم کی دی ہے نہ کہ جذبات کے برانگیختہ کرنے کی،

منجملہ اور امور کے جن پر ہمکو اعتراض ہے اور جنکو ہم بالفعل نظرانداز کرتے ہین، یہ چند امور ہین جنمین ہمکو مولوی صاحب سے اختلاف ہے، ہم ادّعا و تحکم کے ساتھ یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمارے خیالات و استدلالات کہانتک درست ہین، ہم خواہشمند ہین تو صرف اس بات کے کہ مولوی صاحب یا کوئی اور صاحب خواہ بذریعہ رسالہ ہذا اور خواہ بذریعہ خط کے ہماری تشفی کردین یہ ایک علمی بحث ہوگی جسکی کہ ہمارے اُردو رسائل مین بہت کمی ہے ۔

موازنۂ انیس و دبیر

مصنفہ مولانا شبلی مرحوم

کا

ایک معمولی اڈیشن لکھنؤ کے ایک مطبع کا چھپا ہوا تیار ہے، جن صاحب کو ضرورت ہو طلب فرمائین، قیمت عہ

"منیجر"

مترجمات

ہفتہ وار رسالہ نیشن، اسوقت انگلستان کی سنجیدہ و آزاد خیال جماعت کے خیالات کا ترجمان سمجھا جاتا ہے، ذیل مین اسکے ایک مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے، جو حال کی ایک اشاعت مین اُس نے ٹیگور، اور اسکے کارنامون پر شائع کیا ہے، اس سے مغرب کے شرقی نقطۂ نظر پر روشنی پڑیگی ۔ (معارف)

یہ اسوقت جبکہ ساری دنیا جنگ و پیکار مین مصروف ہے، تسکین و تسلی کے لئے یہ کافی ہے کہ کم از کم ایک آواز تو ایسی ہے جو خواہ کتنی ہی پست و نارسا ہو، برابر امن و صلح کا پیام گنگنا رہی ہے، سارے شور و شغب، چیخ و پکار کے درمیان مین بھی ایک ہندی کی خاموش آواز برابر چلی آرہی ہے کہ بنا کن جنگ و فساد نہین بلکہ مصالحت، محبت و تحمل، دنیا کی قدرتی نعمتین ہین، اسی پیام کی منادی کے لئے رابندرناتھ ٹیگور، ایک ملک سے دوسرے ملک، اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم کی برہنہ پا دُن خاک چھانتے رہے ہین، اور ایک انٹرنیشنل یونیورسٹی (جامعۂ بین الاقوامی) کا منصوبہ باندھتے رہے ہین، ان کا استقبال جسطرح کیا گیا ہے، وہ ٹھیک اُسی طرح کا ہے جیسا کہ اس جہنم ارض مین کسی فرشتہ کی رسائی کا کیا جاسکتا ہے، حکومت نے اُنکو باغیانہ شورش کا مرتکب سمجھا، سرکاری جاسوسون نے اُنکا تعاقب کیا، حکام نے ان سے بدگمانی رکھی، اور بہت عنایت کی تو اُنہین ایک منصوبہ باز شیخ چلی قرار دیا، غرض ابتک تمام پیامبران رُوح کے ساتھ دنیا کی جو روش رہی ہے وہی سنت اُنکو بھی ادا کرنی پڑی، لیکن با این ہمہ یورپ یا امریکہ مین جہان کہین بھی اُسکے قدم پہنچے، وہ ایک آواز، کتنی ہی پست و نارسا سہی، مسلسل امن و امان کا پیام دیتی رہی ہے، اور انٹرنیشنل یونیورسٹی کا تخیل

اسی جادہ پر گام زنی کرتا رہا ہے۔

یہ راستہ مشکلات کے پہاڑ تک گیا ہے، اسکے آغاز ہی مین ایک عظیم الشان سدِ راہ کی حیثیت سے وہ سرکاری نظام تعلیم ملتا ہے، جسے باشندگان ہند کے سر حکومت انگریزی نے منڈھا ہے، اس نظام کی اہمیت ناقابل انکار ہے، اسی نظام تعلیم نے ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ کو ایک مشترک زبان مہیا کردی ہے، جس سے خواہ وہ کسی نسل کے ہون، باہم تبادلۂ خیالات کرسکتے ہین اسی نے ہندوستان مین احساس اتحاد پیدا کیا ہے، اور اسی نے تعلیم یافتہ ہندوستانیون کو ملک کے باہر آزادانہ سفر و سیاحت پر آمادہ کیا ہے، اسی نے ہندوستان کے انگریزی لٹریچر کے خزانہ تک رسائی کرائی، اور اسی نے اسے انگریزون کے مخصوص اخلاق و آداب سے روشناس کرایا ہے، پھر جب تک ہمارے ہان کے مشہور سیاسی مصنفین کی تصانیف داخل نصاب درس رہین یہی نظام تعلیم، آزادی کی خواہش، اور حکومت خود اختیاری کے منافع کے احساس کا بھی نشو و نما کرتا رہا، لیکن ان سب اعترافات کے باوجود یہ نظام تعلیم ہے اُسی مطلبی و پرجمود عہد وکٹوریہ کی ایک یادگار جبکہ ہمارے سیاسی ارباب حل و عقد کو توقع کیا معنی یقین تھا، کہ جس قوم کی تعلیم و تربیت انگریزی نمونہ پر ہوگی، وہ بھی انگریز ہی بنجائیگی، اور اس سے زیادہ کیا چاہیے تھا؟ لیکن ایک بالکل مختلف المزاج و مختلف الخصائل قوم پر اپنی تہذیب کے خواہ مخواہ سر منڈھنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا، اور بالکل قدرتی طور پر پیدا ہوا، وہ ہم سب کے سامنے ہے، ہم مین سے بعض اشخاص واقف ہین کہ آج سے بیس بائیس سال پیشتر ایک تعلیم یافتہ ہندی کے کیا اوصاف و خصائل ہوتے تھے؟ اسکے فخر کی چیزین یہ ہوتی تھین کہ وہ اعلیٰ درجہ کی انگریزی لکھہ سکتا ہے، انگریزون کی ایک ایک بات اس نے اخذ کرلی ہے، وہ سوئنبرن اور شیلے کی طرز مین انگریزی شاعری کرسکتا ہے، اور گلیڈاسٹن یا کسی اور قدیم تر خطیب کے انداز مین لچھے دار فصاحت کے دریا بہا سکتا ہے، اس نظام تعلیم کے

زور سے دب کر بہت سے افراد خود اپنی ہی قوم کی زبان و خیالات سے بیگانہ ہوگئے، اسکی ایک مثال مشہور بنگالی لیڈر لال موہن گھوش تھے جنھون نے حال ہی مین وفات پائی ہے، انگریزی لٹریچر پر انکو اس درجہ عبور حاصل تھا کہ انکی گفتگو انگریز مصنفین کے اقتباسات کا مجموعہ ہوتی تھی، اور انگلستان کے فلسفۂ سیاسیات کا رنگ اُن پر اسقدر غالب آگیا تھا کہ گویا پٹ کی تقریرین ہوتی تھین، لیکن دوسری جانب وہ اپنے ہموطنون کے خیالات سے بالکل ناآشنا ہوگئے تھے، اور اپنی مادری زبان مین شاید ہی تقریر کرسکتے۔

ہم لوگ اس طرز کے ہندوستانیون سے خوب واقف ہوچکے ہین، جو اگرچہ ہمارے شاعرون اور خطیبون کے کلام کے حافظ ہوتے تھے، اور جنکی زبانون پر ہر وقت برک، مل، یا مارلے کے ارشادات رہتے تھے، (مارلے کے حوالے اکثر اس وزیر ہند کی بے اصولی کے ثبوت مین بھی پیش کئے جاتے تھے) تاہم ہم ساتھہ ہی یہ بھی محسوس کرتے رہتے تھے کہ یہ چیزین عموماً رٹ کر از بر کرلیگئی ہین، اور شیر مادر و روح آبائی کی طرح جز و دماغ نہین ہوئی ہین، راقم مضمون کو ایک مرتبہ یہ بڑا ہی پُر درد و حسرتناک نظارہ دیکھنا پڑا تھا، کہ ایک ہندوستانی جو حقیقی معنی مین شاعر تھا، بحیثیت کلکتہ یونیورسٹی مین ادبیات کے پروفیسر ہونے کے ہندی نوجوانون کو ٹینیسن کی مشہور نظم پرنسس (Princess) کی تعلیم دے رہا ہے، حالانکہ یہ ایسی کتاب ہے کہ جسکے نہ صرف نکاتِ بلاغت، ہندوستانی معاشرت، ماحول و روایات کے لحاظ سے ناقابل فہم ہین، بلکہ جسکے صاف و سادہ معنی بھی سمجھ مین نہین آسکتے تھے، یہ ہرگز نہ خیال کرنا چاہیے کہ ہم لوگ اپنے قائم کردہ نظام سے خواہ مخواہ برداشتہ خاطر ہوگئے ہین، (اور اسلئے انہین ڈہونڈہ ڈھونڈہ کر عیب پیدا کررہے ہین) نہین بلکہ خود اہل ہند بھی یہی صدا دے رہے ہین، مین اپنی تائید مین ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوستانی کے الفاظ پیش کرتا ہون، جو یورپ و امریکہ دونون جگہ کے مغربی خیالات کا گہرا

رمز شناس تہا، لالہ لاجپت راے نے گذشتہ دسمبر مین بمقام ناگپور، بحیثیت صدر کانفرنس طلبہ کے فرمایا:-

"یاد رکہو کہ موجودہ نظام تعلیم کے بزرگ ترین خرابیون مین سے یہ ہے کہ اس سے طلبہ مین نہ از خود سوچنے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور نہ از خود عمل کرنے کی.... میری نگاہ مین ایمانداری سے اور خدمت ملک کی خاطر سڑک بنانے کا کام کرنا ڈپٹی کلکٹری سے بدرجہا زاید معزز ہے، ...... زندگی کی یہ غایت ہرگز نہین ہوسکتی کہ روپیہ کمایا جائے، یا انسان ایک پڑہا لکہا جانور ہوکر رہجائے، آج ہر وہ شخص جو انگریزی اچہی بول لیتا ہے، اپنے تئین روشنخیال اور ایک ممتاز ہستی سمجھنے لگتا ہے، مین نے اس جماعت مین جو انگریزی لکہنے پڑہنے مین خوب طاق ہین، بکثرت احمق پائے ہین......"

خود رابندر ناتہ ٹیگور اپنی مغربی تعلیم کے متعلق لکہتے ہین کہ اس سے وہ اپنی حالت مثل اس درخت کے محسوس کرتے ہین، جسکو کہلے میدان مین آزادانہ نشو و نما کا موقع نہ ملے، بلکہ جسے اکہاڑ کر اسکے صندوق تیار کئے جانے لگین، ایک پمفلٹ مین جو اپنے بولپور والے اسکول کے متعلق انھون نے لکہا ہے اور ہنوز شایع نہین ہوا ہے وہ تحریر کرتے ہین:-

ذہن کو جب عرصہ تک اسکی قدرتی غذا، صداقت، نہین ملتی، نیز آزادی نمو سے اسے محروم رکہا جاتا ہے، تو ہمین کامیابی کی غیر قدرتی ہوس پیدا ہوجاتی ہے، چنانچہ ہمارے طلبہ اسی کامیابی امتحان کے خبط کے شکار ہوگئے ہین، اس کامیابی کے معنی یہ ہین کہ کم سے کم علم پر زاید سے زاید نمبر ملجائین، یہ نفس کو حق و صداقت سے بالقصد غداری ذہنی بددیانتی کی اور اس حماقت کی تعلیم دیتا ہے، کہ نفس خود اپنا مزاق بنجائے، ساتھ ہی چونکہ ذہن و نفس کے وجود ہی سے ہم غافل کردئے جاتے ہین، اسلئے ہم اس نتیجہ پر پہنچکر نہایت مسرور رہتے ہین ہم امتحانات

پاس کرتے چلے جاتے ہین، خوشی، خوشی کلرک، وکیل و پولیس انسپکٹر بنتے چلے جاتے ہین، اور ذہنی مین مرتے چلے جاتے ہین"

ٹیگور نے یہ دکہایا ہے کہ ہندوستان بھر مین بلا استثنا ایک بھی ایسی یونیورسٹی عہد حاضر مین نہین قائم ہوئی ہے جو کسی ملکی یا غیر ملکی طالب العلم کو ہندی دماغ کے بہترین کارنامون سے روشناس کرسکے،

"اس غرض کے لئے ہمکو سمندر پار کرکے جرمنی و فرانس کے دروازے کہٹکہٹانا پڑتے ہین"

اس موقع پر ٹیگور کے ذہن سے آکسفرڈ کی وہ عجیب وغریب عمارت نکل گئی، جو دریا کے کنارہ شرقی تعلیم کے لئے مخصوص کیگئی ہے، یا شاید یہ بات ہو کہ کوئی بھی شخص یہان ویدک علوم کی تحصیل کے لئے نہ داخل ہوتا ہو، بہرصورت ٹیگور کا شکوہ بالکل واجبی ہے، اور یہ محض اس غلطی کا کہ شرقی نفس پر خواہ مخواہ مغربی تعلیم ٹہونس دیگئی ہے، اور بقول ٹیگور تعلیم کو جیلخانہ کی تعلیم بنا دیا گیا ہے، خمیازہ بہگتنا پڑ رہا ہے، کہ قدیم ہندی طریق تعلیم کی از سر نو ترویج کی، پوری کوششین مختلف سمتون سے شروع ہوگئی ہین، اس کوشش کی ایک مثال گروکل ہردوار ہے جو عین اس مقام پر واقع ہی جہان سے مقدس گنگا پہاڑون سے پاک و صاف نکلتی ہے، یہان آریہ سماج کے ایک سخت فرقہ کے قواعد کے مطابق نوجوانان ہند کی تعداد کثیر آٹہہ برس کی عمر سے لیکر پچیس سال کی عمر تک رہتی ہے، جسپر اس سولہ سال کی مدت مین عورت کا سایہ تک بھی نہین پڑنے پاتا، بجز اسکے کہ مان کی زیارت کرلیجائے اور وہ بھی سال بھر مین صرف ایکبار- یہ لوگ مسلسل آٹہہ سال تک قواعد زبان سنسکرت کے ازبر کرنے، اور بعد کی مدت مین ویدک دہرم کی کتب مقدسہ کے مطالعہ مین مشغول رہتے ہین، اور غذا، لباس، تربیت ہر شئے مین قدیم ہندی طریقہ کی سختی سے پابندی کرتے رہتے ہین، یہی ردعمل ہے جو ایک اجنبی نظام تعلیم کے خلاف پیدا ہوا ہے، جس نے گذشتہ جنوری مین مرزاپور اسکوایر (کلکتہ) کے ایک عام جلسہ مین مہاتما گاندہی کی زبان سے یہ کہلایا:-

"مین موجودہ تمدن کا ممنون ہون جس نے مجھے یہ سبق دیا ہے کہ اگر ہندوستان کو اوج کمال تک پہنچانا مقصود ہے تو مجھے اپنے ہموطنون سے صاف صاف کہدینا چاہیئے کہ جدید تمدن کے سالہا سال کے تجربہ کے بعد مجھے صرف ایک ہی سبق اس سے ملا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے بہرصورت محترز رہنا چاہیئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مین اپنے تعلیم یافتہ لیڈرون سے کہدینا چاہتا ہون کہ جدید تمدن کی بہترین شاون کے تجربہ کے بعد بھی مین ۱۹۰۸ء مین اس نتیجہ پر پہنچگیا تھا کہ خدا ہندوستان کو اس جدید لعنت سے محفوظ رکھے۔"

ہم سب اس حقیقت سے واقف ہوچکے ہین کہ مغرب کے خلاف ردعمل نے مہاتما گاندھی کے اثر کو کسقدر وسیع بنادیا ہے، یہ اسی کا اثر ہے کہ اسوقت ہندوؤن، مسلمانون سب پر گاندھی کو گویا اختیارات مطلق حاصل ہین، یہانتک کہ جو لوگ انکی تحریکِ ترک موالات سے اختلاف رکھتے ہین، وہ بھی انکی قوت اور اُنکی روحانی عظمت کو تسلیم کرتے ہین، ٹیگور نے اُنکو عہد حاضر" کا بزرگ ترین شخص قرار دیا ہے، لالہ لاجپت رائے نے سال گذشتہ ہندوستان واپس پہنچتے ہی بمبئی مین کہا کہ "مین تمام دنیا کو مقابلہ کی دعوت دیتا ہون کہ وہ مہاتما گاندھی کا کوئی نظیر کہین دکھلادے" بہت بڑی بادی اصول ترک موالات کی قوت کو تسلیم کرتی ہے، اور انکی اس دلکشی پر تو تقریباً سب ہی متفق ہین کہ یہ تحریک اسقدر صاف و سادہ، اسقدر دُوررس، اور بظاہر تشدد سے اسقدر پاک ہے، پچھلی فروری مین مہاتما گاندھی نے ڈیوک آف کناٹ کے نام جو خط لکھا تھا اُسمین کہتے ہین: -

عدم تشدد کی دعوت اور اسکا راز اب لوگون کے ایسا دل نشین ہوگیا ہے، جیسا اُس سے پیشتر کہین نہین ہوا تھا، جو لوگ سرسری و سطحی نظر رکھتے ہین، وہ بھی سمجھ گئے ہین کہ یہ تحریک مذہبی اور پاک کرنے والی ہے، ہم بے نوشی ترک کرنے لگے ہین، اور ہم سرزمین ہند کو اچھوت پن کی لعنت سے آزاد کرا رہے ہین، بدیسی چمک کو رفتہ رفتہ ہم دور کرتے جاتے ہین اور چرخہ کی ترویج سے

ہم قدیم و قابل رشک سادہ زندگی کو از سرنو واپس لے آنا چاہتے ہین، اور اس ذریعہ سے ہم موجودہ نظامات کے مضر اثرات کا توڑ کردینا چاہتے ہین"

اس روحانیت نے ہندوستان مین جو شعلہ بھڑکا دیا ہے، اسکی نظیر اس سے قبل کسی زمانہ مین نہین ملتی، یہانتک کہ آج سے پندرہ سال قبل والی سودیشی تحریک کے زمانہ مین بھی نہین ملتی، مہاتما گاندھی جینی ہین، اور اسلئے کسی قسم کا تشدد اُن کے نزدیک جائز نہین، ننھے سے ننھے کیڑے کی بھی جان لینا حرام سمجھتے ہین، لیکن دوسری طرف کیا یہ ترک موالات، عظیم الشان مقاطعہ کی تحریک بجاے خود ایک ذہنی و اخلاقی تشدد نہین؟ حکمران قوم سے قطع تعلق کرلینا، بغاوت سے بھی زیادہ شدید قسم کا انتقام ہے، اسلئے امن و صلح کی راہ مین صحیح تر قدم رابندرناتھ ٹیگور کا اٹھا ہے، جو انٹرنیشنل یونیورسٹی (جامعۂ بین الاقوامی) کا ڈھچر ڈال رہے ہین، جسکے دروازے مغربی قومون کے ساتھ انگریزون پر بھی بند نہ رہین گے، اس یونیورسٹی کی بنیاد مین ایک اسکول کی صورت مین پہلے سے موجود ہین، جو ٹیگور ہی کا قائم کیا ہوا بولپور مین بیس برس سے موجود ہے، یہ سنسان مقام، شہرون کے شور و غل سے الگ، کلکتہ سے سو میل کے فاصلہ پر شمال مین صحت بخش آب و ہوا، اور پُرفضا مناظر کے ساتھ واقع ہے، اسکا نام "شانتی کیتن" (تسکین منزل) ہے، یہان بیٹھکر ایک منچلے مغربی کیلئے ممکن ہے کہ وہ ایک طرف اپنے وطن والون کی خوش دماغیون اور نکتہ سنجیون کی غیر محسوس طور پر اشاعت کرتا رہے، اور دوسری جانب آہستہ آہستہ ان قدرتی مناظر کے درمیان مشرق ہند کے علوم و فنون، و حکمت کے جواہر ریزون سے اپنی روح کے خزانہ کو مالامال کرتا رہے، اس یونیورسٹی کا دائرہ محض کتابی اور درسی تعلیم تک محدود نہین، آس پاس کے گاؤن والون کے ساتھ مل کر کھیت جوتنا، مویشی چرانا، سوت کاتنا، تلی سے تیل نکالنا، اور اسی قسم کی سادہ ضروریات زندگی کا پورا کرنا یہ سب یونیورسٹی کے دائرہ مین داخل ہے، اور اس کاروبار مین مرد اور عورت دونون

شریک رہتے ہین، لڑکیون کا داخلہ بالکل لڑکون ہی کی طرح ہوتا ہے، جو ہندوستان مین ترقی کی جانب ایک بالکل غیر معمولی قدم ہے، ٹیگور کا ارادہ بہت جلد ایک عمارت مغربی مردون کے لئے اور ایک عمارت مغربی خواتین کے لئے بنانے کا ہے، امن و مصالحت کا راستہ یہی ہے اسلئے کہ بقول ٹیگور،

تعلیم کی غایت صرف یہ ہونا چاہیئے کہ تمام علوم اور مشاغل حیات اجتماعی و روحانی کے اندر مین ایک رشتۂ اتحاد محسوس ہونے لگے"

(نیشن اینڈ اتھینیم)

تلخیص و تبصرہ

الیسٹ انڈیا ایسوسی ایشن

منجملہ ان متعدد انجمنون اور مجالس کے جو مغرب مین مسائل شرقی کی تحقیق و تفتیش کے لئے قائم ہین، ایک قابل ذکر مجلس الیسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کے نام سے موسوم ہے جسکو قائم ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوچکا ہے، اس مجلس کے بھی قیام کی بڑی اصلی غرض، مثل اس قسم کے دوسری انجمنون کے سیاسیات شرق کا کھوج لگانا ہے، تاہم ضمناً شرقی (خصوصاً ہندی) علوم و فنون کے متعلق بھی یہ انجمن فی الجملہ مفید خدمات انجام دیتی رہتی ہے -

انجمن کا مستقر لندن (ویسٹ منسٹر چیمبرز، وکٹوریہ اسٹریٹ) ہے، اور اسکے ارکان مین انگریزون اور ہندوستانیون کی ایک تعداد کثیر شامل ہے، کچھ ارکان دوسرے ممالک شرقی کے بھی باشندہ ہین، عام رکنیت کا چندہ ۲۵ شلنگ (۱۲½ روپیہ) سالانہ ہے، اور لائف ممبری (رکنیت تاحیات) کا چندہ ۱۴ پونڈ (۲۰۴ روپیہ) ہے، انجمن کے نائب صدر انجمن بکثرت ہین، جنکا تعلق یا شاہی خاندان سے ہی یا طبقۂ والیان ملک و امراء سے، مثلاً ڈیوک آف کناٹ، لارڈ کرزن، لارڈ چیمسفورڈ، لارڈ ہارڈنگ، لارڈ رونالڈشے، ہز ہائنس آغا خان، مہاراجہ اندور، مہاراجہ دربھنگہ، مہاراجہ بیکانیر، وغیرہ، صدر انجمن لارڈ رے تھے، جنکا حال مین انتقال ہوگیا ہے، اور اسلئے اسوقت صدر کا عہدہ خالی ہے -

ایک انتظامی کونسل ہے، جسکے صدر لارڈ لیمنگٹن ہین، اور نائب صدر رائٹ آنریبل سید امیر علی و مسٹر کرشن گپتا - اور ارکان ارکان ہین، سرجان ریس، منچرجی بھاونگری، وغیرہ ہین، بیشتر حصہ

انگریزون کا ہے، ہندوستانی خال خال ہین، آنریری سکریٹری مسٹر اسٹیپلٹن رالیس ہین، عام ارکان مین بھی انگریزی عنصر غالب ہے، سال گذشتہ عام ارکان مین ہندوستانی عنصر کا جو اضافہ ہوا، اس سلسلہ مین مسلمانون کے چند قابل ذکر نام یہ ہین، سید مہدی حسن بلگرامی (حیدر آباد) نواب عقیل جنگ بہادر، (فرزندان نواب عماد الملک بہادر) سید راس مسعود (ناظم تعلیمات مملکت آصفیہ) وڈاکٹر سراج الحسن (رکن عدالت العالیہ دکن)

انجمن کے عام جلسے، بجز اگست و ستمبر کے ہر مہینے ہوتے ہین، جنہین اہم ودلچسپ عنوانات پر مضامین پڑہے جاتے ہین، اور بحث ومباحثہ ہوتا ہے، سال گذشتہ ان جلسون کی کاروائی حسب ذیل ہی ہے:

۱۷-مئی ۱۹۲۰ء کے جلسہ مین سرہاردی ایڈمسن صدر تھے۔ مضمون یہ تہا "تامل زبان کی ضرب المثلین، باشندون کے خیالات وزبان کی کنجی" سر رابرٹس نے اس عنوان پر لکچر دیا۔

۲۲-جون ۱۹۲۰ء کے جلسہ کی صدارت لارڈ لیمنگٹن نے کی، عنوان تہا "کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کا کام" ڈاکٹر ہارنگ نے مضمون پڑہا۔

۱۲-جولائی ۱۹۲۰ء کا جلسہ لارڈ مسٹن کی صدارت مین ہوا، مسٹر مور لینڈ نے "مسئلۂ افلاس ہند" پر مضمون پڑہا۔

۲۵-اکتوبر ۱۹۲۰ء کا جلسہ لارڈ کارمائیکل کی زیر صدارت ہوا، پادری شورن نے "اونچے ہندوستانی خاندانون کے لڑکون کی تعلیم" پر مضمون پڑہا۔

۲۲-نومبر ۱۹۲۰ء کو سر منچرجی بہاؤنگری کی زیر صدارت جلسہ ہوا، اور ڈاکٹر ڈوگل نے "تحفظ آثار قدیمۂ ہند" پر مضمون پڑہا۔

۲۴-جنوری ۱۹۲۱ء کے جلسہ کے صدر نشین سر رونلڈ راس تھے، عنوان "ہندوستان مین پیشۂ طب" تہا، ڈاکٹر جب جانسن نے مضمون پڑہا۔

۲۱-فروری ۱۹۲۱ء کا جلسہ سر ایڈورڈ ہنری کے زیر صدارت ہوا، اور سر جان کمنگ نے "ہندوستان مین جرائم اور پولیس" پر مضمون پڑہا،

۲۱-مارچ ۱۹۲۱ء کو جلسہ کے صدر نشین لارڈ لیمنگٹن تھے، عنوان یہ تہا: "ہندوستان کے اتحاد سیاسی پر ایک نظر" مسٹر بہال چندر چنتامن وادیا نے مضمون پڑہا۔

۲۵-اپریل ۱۹۲۱ء کا جلسہ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ کے زیر صدارت منعقد ہوا، اور مسٹر لونی نے "کشمیر کی قدیم ہندو تہذیب" پر مضمون پڑہا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ انجمن کا دائرۂ نظر بہت وسیع ہے، اور اسکے تحت مین ہندوستان کے متعلق ہر قسم کے تاریخی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی وتعلیمی مباحث آجاتے ہین۔

انجمن کے پاس دو رسالے ہین، ایک جرنل جسمین صرف جلسون کی رویداد ہوتی ہے، دوسرے سہ ماہی رسالہ ایشیاٹک ریویو، جسکی ضخامت ڈیڑہ سو اور دو سو صفحون کے درمیان ہوتی ہے، اس رسالہ مین علاوہ جلسون کی روداد کے ایک اہم حصہ مقالات کا ہوتا ہے، سال رواں کی چار اشاعتون کے بعض مقالات کے عنوانات حسب ذیل تھے:۔

(۱) بغاوت ہند،

(۲) ہندوستان مین صحافت کی ایک صدی،

(۳) فلسطین، ماضی ومستقبل،

(۴) علاقۂ کوہ قاف اور سیاسیات مغرب،

(۵) جاپان اور امریکہ کے تعلقات،

(۶) مسئلہ کوریا،

(۷) مصر وہندوستان کا موازنہ،

(۸) برہما مین حکومت دو عملی،

(۹) ڈیوک آف کناٹ کی سیاحت ہند،

(۱۰) دار العوام اور ہندوستان کی قانونی کونسلین،

مقالہ نویس زیادہ تر انگریز اعلیٰ پنشن یاب عہدہ دار ہوتے ہین، کبھی کبھی چینی، رومی، جاپانی واطالوی ارباب قلم نے بھی دوران سال رواں مین مقالات شایع کرائے ہین،

مقالات و روئیداد انجمن کے بعد باب التجارت ہوتا ہے جسمین تجارتی، حرفتی وکاروباری مسایل پر بحث ہوتی ہے، اسکے بعد باب التعلیم ہوتا ہے، جسمین ہندوستان و دیگر ممالک مشرقی کے تعلیمی مسائل پر مضامین ہوتے ہین، باب الادب جو بہت مفصل ہوتا ہے، کئی حصون مین تقسیم ہوتا ہے، مثلاً مشرق بعید و مشرق قریب، ہندوستان، شعر و شاعری وغیرہ، اور ہر حصہ مین تصانیف متعلقہ پر ریویو ہوتا ہے، اس باب کو باب الانتقاد والتقریظ بھی کہہ سکتے ہین، اسکے بعد باب المراسلت ہوتا ہے، اور سب سے آخری باب اثریات کے متعلق ہوتا ہے۔

پرتگالی زبان کا اثر

ہندوستانی زبان پر

ٹائمس آف انڈیا کے ایک مضمون نگار نے اخبار مذکور مین ہندوستانی زبانون پر اور خصوصاً دکن کی زبان پر پرتگالی کا جو اثر پڑا ہے اُسپر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے، جس سے ہماری اُردو زبان کے بہت سے گمنام الفاظ کی اصلیت، قومیت اور وطنیت کے اسرار معلوم ہوتے ہین، مضمون نگار مذکور لکھتا ہے،

اگرچہ مشرق مین پرتگالیون کا عہد حکومت بہت کم رہا ہے، لیکن ان لوگون پر جنمین وہ رہے

انکا بہت بڑا اثر پڑا، اسکا پتہ اس ملک کی زبان سے چلتا ہے، جسمین وہ اپنے ناقابل فراموش اثرات چھوڑ گئے ہین، جب ایک آدمی یہان کی دیسی زبانون کا مطالعہ کرتا ہے، تو اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی، جب وہ دیکھتا ہے کہ کسقدر پرتگالی الفاظ ان زبانون مین استعمال کئے جاتے، اور دیسی بنائے گئے ہین، مثلاً جب ایک شخص کسی بازار مین جاتا ہے اور میوہ فروش کی دوکان پر پہنچتا ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ وہ سنترہ، اننّاس، پیرو، آفوس (آم) پپری، پوپیا، (پپیتا) کاجو، نیمبو بیچتا ہے، یہ تمام الفاظ پرتگالی الفاظ سنترہ (Centra) اناناس (Ananas) پیرا (Pera) آفونسو (Affonso) پیرس (Pres) پوپیا (Popaia) کاجو (Caju) اور لیماؤ (Limoa) سے ماخوذ ہین، ایک بنیا دعوی کرتا ہے کہ وہ "بٹاٹا" اور "ساگو" سب سے کم دام پر بیچتا ہے، اور "اُسکا اچار" خوشبو اور ذائقہ مین بے مثال ہے، یہ تینون الفاظ بھی پرتگالی ہین، بٹاٹا (آلو) (Batata) ساگو (Sago) اور اچار (Achar) وہ اپنی چیزون کو رطل (پرتگالی ارٹیل (Arretal) سے تولتا ہے اور انکے عوض مین روپیہ (پرتگالی روپلہ Rupala) جسپر شہنشاہ جارج کا چھاپ (چاپ Chap) ہوتا ہے پاتا ہے،

اب ذرا قدم بڑھا کر کسی ہوٹل مین چلئے، وہان ایرانی آپکی خدمت کے لئے تیار نظر آئین گے، وہ سپت (پرتگالی سپتاس Saptas) پہنے ہونگے، ان کے جسمون پر قمیص (پرتگالی کیمسہ Kamisa) ہوگی، اور اسپر استری استرار (Estirar) کیگئی ہوگی، آپ ایک بنچ (بنکو Banko) پر تشریف رکھتے ہین، اور وہ آپکی خدمت مین چا، یا کافی (ایا) پیش کرتے ہین، وہ اُسے ایک باسی (طشت) (لیبا Basia) مین رکھکر میز (میزا Meza) پر رکھتا ہے، اس نے برتنون کو اسکے قبل بالٹی (بالڈی Balde) یا پیپے (پیپیا Pipia)

سے پانی لیکر دھوتا ہے، اور اس توال (تولیہ) (ٹواہو Toalho) سے جو اسکے کندھے پر پڑا ہے، پونچھتا ہے،

گرجا (اگریجا Igreja) مین داخل ہوتے ہی پادری (پادرے Padre) صاحب سے ملاقات ہوتی ہے، اور کرس (کرز Cruz) وغیرہ مقدس اشیاء پر نظر پڑتی ہے عدالتین اپنے مقدمے لوداد (لودیدو Louvado) کے پاس بھیجتی ہین، اور ملزمون کی چیزون کو لیلام (نیلام) (لیلاؤ Leilão) کرتی ہین، سڑکون پر ہمکو پان والا، بموالا (بمبہ Bomba) کال پٹی (کالافیٹ Calafate) پولیس (پولیٹیا Politica) اپنی پگڑیون پر پیلا فیتہ (فیتا Fita) لگائے ہوئے نظر آتی ہے، وفادار لوگ انگریز (انگریز Ingrez) سرکار کے برکات کا اعلان کرتے اور مہاتما گاندھی اور اُنکے پیروؤن کے ہندوستان مین طوفان (ٹوفیک Tofac) اُٹھانے کی کوشش کو بُرا بھلا کہتے ہین، ہم ایک اورت (باغ) (ہورتا Horta) مین رہتے ہین، اور "فرندری" "محصول ادا کرتے ہین" آپ اپنے کمرہ (کمرا Camra) مین رہتے ہین، اسمین چابی یا چابھی (کنجی) (چاوی Chave) سے تالا لگاتے ہین، اور ایک الماری (اریریو Armario) مین اپنے قیمتی مال کو بند کر دیتے ہین"۔

"اب خواہ پرتگالی حکومت کے تمام اثرات ہندوستان سے غائب ہو جائین اور اس محل کے کھنڈرے جنکو فادر ہل (Dr. Hill) پرتگالی فن تعمیرات کی آخری یادگار کے نام سے یاد کرتے ہین بمبئی سے مٹ جائے تو بھی پرتگالی الفاظ جو دیسی زبانون مین داخل ہو گئے ہین ہمیشہ کے لئے مشرق پر پرتگالی حکومت کی یادگار کی حیثیت سے باقی رہین گے"۔

معارف: یہ الفاظ گو خاص دکن و بمبئی مین مستعمل ہین، لیکن چونکہ اُردو بھی دکن ہی سے آئی ہے، اسلئے اردو مین بھی یہ الفاظ مل گئے ہین، پرتگالی ہندوستان کے پہلے یورپین تاجر ہین، اور پہلی قوم ہے جو یورپین چیزون کو ہندوستان لائی ہے، اسلئے ان چیزون کے ساتھ اُن کے نامون کا بھی ہندوستان آنا ضرور تھا، سنترہ، اننّاس وغیرہ پھل، اور استری (کپڑے پر) نیلام، میز، بالٹی، پپیا، گرجا، پادری، انگریز، بمبہ، فیتہ، کمرہ، الماری، چابھی، تو خیر پرتگالی لائے ہین، پاؤ روٹی، جو اصل مین (پون) ہے وہ بھی پرتگالی ہے، پون کے معنی روٹی کے ہین، ہمارے زندہ دل شاعر غالب کی شراب پرتگالی کا نام بھی آپ نے سُنا ہوگا، تعجب ہے کہ یہ بھی ہندوستان کی پیداوار نہین، مضمون نگار نے بعض عربی وفارسی الفاظ کو بھی پرتگالی شمار کرایا ہے، مثلاً دکن مین ایک قسم کی زمین (جائداد) کا نام "فرندی" ہے اسکو بھی اس نے پرتگالی بتایا ہے، مگر اسکی اصل نہین بتائی ہے، حالانکہ یہ "فرزندی" ہے، جو اس زمین (جائداد) کو کہتے ہین، جو سرکار کی طرف سے نسلاً بعد نسلٍ ملی ہو، گاندھی کے پیرو جو طوفان اُٹھا رہے ہین وہ ہمارے مضمون نگار کو یورپین نظر آتا ہے، مگر ایک مسلمان سے پوچھو تو وہ خالص اسلامی (عربی) بتائیگا اور حضرت "موسیٰ" اور "فرعون" کی "روحانی جنگ" کے واقعات مین قرآن کی یہ آیت پڑھ دیگا، فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ (اعراف) قمیص بھی عربی ہے، اور قرآن مین مستعمل ہے۔ لیمو (لیمون) فارسی ہے، اور اصل بھی عربی ہے مضمون نگار نے اس سلسلہ مین ایک بڑی حقیقت کو فراموش کر دیا ہے، اسپین و پرتگال پر عربون کا صدیون تک اثر رہا ہے، اس بنا پر سیکڑون، ہزارون عربی و فارسی الفاظ اسپینی، پرتگالی مین چلے گئے ہین، چنانچہ ڈاکٹر انگلیمن نے ان الفاظ کا ایک فرنچ لغت ترتیب دیا ہے، جو اسوقت ہمارے سامنے ہے، کتاب کا نام یہ ہے، Glossaraire Des most Esppagnals Et Portugais Derives De L'Arabe یعنی اسپینی اور پرتگالی کے ان الفاظ کا لغت جو عربی سے ماخوذ ہے، اسطرح عربی و فارسی کے بہت سے الفاظ ہیر پھیر کر مغرب جا کر پھر مشرق آئے ہین،

اخبار علمیۃ

نیویارک (امریکہ) سے ایک ماہوار رسالہ سنٹر نکلتا ہے، حال مین اس نے اپنا ایک انڈین نمبر شایع کیا ہے جو تمامتر ہندو مسائل ہند پر مشتمل ہے، مناظر ہند کے متعدد مرقعے اور تصویرین درج ہین، آغاز ٹیگور کی ایک نظم سے ہے، ایک ایک مضمون ٹیگور و گاندہی کے متعلق ہے، ایک مضمون خود ٹیگور کے قلم کا ہے۔

ٹیگور اپنی حال کی سیاحت یورپ کے زمانہ مین ایک مرتبہ صوبہ السیس سے گذر رہے تھے، یہ وہی صوبہ ہے جو ایک زمانہ مین فرانس کے قبضہ مین تھا، مگر ۱۸۷۰ء مین جرمنی کے ہاتھون مفتوح ہو گیا تھا، اور اب پھر از سر نو فرانس کے قبضہ مین آیا ہے، اسٹراسبرگ کی مشہور یونیورسٹی اسی صوبہ مین ہے، ٹیگور کی ٹرین جسوقت اسٹراسبرگ اسٹیشن پر پہنچی، شب کے دو بجے تھے، یونیورسٹی کے طلبہ کو پہلے سے سُن گُن لگی تھی، اُنکی ایک جماعت کثیر نے آکر اسوقت حملہ کیا، اور ٹرین کا محاصرہ کر لیا، بالآخر ٹیگور کو ٹرین سے اتر کر ایک دن کے لئے یہان قیام کرنے کا وعدہ کرنا پڑا، جب جا کر ٹرین آگے بڑہنے پائی۔

اسی اسٹراسبرگ یونیورسٹی نے وعدہ کیا ہے کہ ڈیکارٹ سے لیکر برگسان تک فرنچ زبان کے تمام اعلی مطبوعات کا ذخیرہ ٹیگور کے مدرسہ بولپور کے نذر کریگی، فرانس کی وزارت تعلیم بھی غالباً اپنے حدود اقتدار کے اندر تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ عنقریب مدرسہ بولپور کی زینت کے لئے ارسال کرے۔

لندن مین مسائل طبعیات کے مطالعہ و تحقیقات کے لئے اسوقت متعدد انجمنین اور مجلسین قائم ہین، مثلاً فزیکل سوسائٹی، فیراڈے سوسائٹی، رونٹجن سوسائٹی وغیرہ، اب ان سب کی ترکیب و شمول سے ایک عظیم الشان و مرکزی انسٹیٹیوشن، انسٹیٹیوٹ آف فزکس کے نام سے قائم ہوا ہے، جسکے صدر مشہور ماہر سائنس سر رچرڈ گلیز برو ک قرار پائے ہین، امید کیجاتی ہے کہ اب سائنس کی اس شاخ کو انگلستان مین نمایان ترقی حاصل ہونے لگیگی۔

ڈین انگ نے جو انگلستان کے ایک مستند فاضل اور ارسٹاٹلین سوسائٹی کے صدر ہین، کچھ روز ہوئے ایک لکچر "مطالعۂ مذموم و مستحسن" کے عنوان سے دیا، اسمین اُنھون نے فرمایا کہ اخبار بینی کی زیادہ عادت ذہن و اخلاق انسانی کے لئے مضر ہے، عموماً لوگ روزانہ کئی کئی گھنٹے ان چیزون کے پڑھنے مین صرف کر دیتے ہین، جن سے ذہن و اخلاق کسی کو نفع نہین حاصل ہو سکتا۔

لا جرنل لکھتا ہے کہ لارڈ ایلینبائی کے اقدام قتل کے الزام مین ایک البانوی امیر جو حجیر مین ماخوذ ہوا ہے، اس نے اپنی طرف سے پیروی مقدمہ کے لئے انگلستان کے نامور بیرسٹر بیرکنٹن وارڈ کو دس ہزار گنی (کچھ اُوپر ایک لاکھ روپیہ) کی فیس پر طلب کیا ہے، اسقدر گران فیس گو حیرت انگیز ہے تاہم اُسکی نظیر سابق مین بھی ملتی ہے، ۱۸۷۵ء مین جب مہاراجہ بڑودہ کرنل فیرے رزیڈنٹ کے زہر خورانی کے الزام مین ماخوذ ہوئے تھے تو انکی طرف سے پیروی کے لئے سرجنٹ بیلنٹائن بھی اسی قدر فیس پر لندن سے ہندوستان آئے تھے، بلکہ اس زمانہ کی شرح تبادلہ کے لحاظ سے ہندوستانی سکہ مین اُنکی فیس ڈیوڑہی کے قریب زاید تھی، جرنل مذکور لکھتا ہے کہ فیسون کی یہ حیرت انگیز گرانی کوئی بالکل جدید امر نہین بلکہ آج سے تقریباً سو برس پیشتر بھی بعض مقدمات کی فیس خاص لندن مین تین ہزار اور چار ہزار گنی ادا کیجا چکی ہے۔

ٹوکیو دار السلطنت جاپان مین بیرونی زبانون کی تعلیم کا جو کالج قائم ہے، اُسمین جتنے طلبہ نے مختلف زبانین لی ہین، اُن کے اعداد درج ذیل ہین، ان اعداد سے ارباب سیاست اسکا اندازہ لگاتے ہین کہ جاپان کے سیاسی وتجارتی تعلقات کس کس قوم سے کس درجہ کے ہین:-

انگریزی زبان کے طلبہ		۴۳۹
اسپانوی	"	۱۰۹
چینی	"	۱۰۵
فرنچ	"	۹۶
جرمن	"	۹۳
روسی	"	۹۸
منگولی	"	۸

جنگ سے قبل جرمن وروسی زبانون کے سیکھنے والے طلبہ کی تعداد موجودہ تعداد سے بہت زیادہ تھی

توام (جڑیا) بچون کی طویل العمری کی ایک دلچسپ مثال کا ذکر آجکل اخبارات مین ہو رہا ہے، لارڈ لٹن سابق والیسرائے ہند کی خاتون، لیڈی لٹن جنکی ہشتاد سالہ سالگرہ ۱۵- ستمبر کو پڑی تھی، اور لیڈی لاثس، یہ دونون توام بہنین ہین، یہ دونون آج سے ۸۰ برس پیشتر ایک ساتھ پیدا ہوئی تھین اور صورتًا باہم اسقدر مشابہ تھین کہ بالغ ہوکر اُن کے منگیترون کو اکثر دھوکا ہوتا تھا کہ وہ اپنی منظور نظر ہی سے گفتگو کر رہے ہین، یا اُسکی بہن سے، یہ ہم شکلی آج تک قائم ہے، یہانتک کہ قریب کے اعزہ کو بھی شناخت دشوار رہتی ہے، البتہ دونون کی سیرت، خیالات وغیرہ مین بیحد فرق ہے -

---

مارگزیدون کے علاج کے ایک ماہر نے ہنوا میا ٹر مین سانپ کے کاٹنے کی دو نہایت مجرب و سہل الحصول دوائین شائع کی ہین، ان مین سے ایک دوا کیلے کا پانی ہے، سانپ کیلے سے بھاگتا ہے، چنانچہ کیلے کے درخت خواہ کتنے ہی گھنی جھاڑیون کے درمیان ہون (بجز ایک خاص قسم کے سانپ کے جو سبز رنگ کا ہوتا ہے اور ملک کے صرف چند مخصوص حصون مین پایا جاتا ہے) سانپ اُن مین کبھی نہ ملیگا، جسوقت کسی شخص کو سانپ کاٹے، چاہیئے کہ کیلے کے درخت سے فورًا تازہ عرق نکالین اور اسکے دو پیالے مارگزیدہ کو پلا دین، یہ علاج تجربہ سے ۹۴ فیصدی کامیاب ثابت ہوا ہے، دوسری دوا یہ ہے کہ جو لوگ گانجہ پیتے ہین، انکی چلم کی تہ مین ایک سیاہ ٹکیہ جم جاتی ہے، اس ٹکیہ کو پانی ملا کر کسی پتھر پر گھس لینا چاہیئے، اور اس گہرے بادامی رنگ کے پانی کو مارگزیدہ کے جسم مین داخل کرنا چاہیئے، سانپ جسوقت چوٹ کرتا ہے، تو مقام زخم اور اُسکے حوالی پر نیلا نشان پڑجاتا ہے اسلئے کہ زہر کے اثر سے خون کا رنگ نیلا ہوجاتا ہے، چاقو یا نشتر سے زخم سے کچھ اوپر ہٹ کر ہلکا سا شگاف دیکر سرخ خون کی تلاش کرنا چاہیئے، اور جس جگہ پر بھی سرخ خون نکل آئے، اس شگاف زدہ حصہ مین وہی گانجہ کا پانی ڈال دینا چاہیئے، مریض اگر بیہوش بھی ہوچکا ہے تو تھوڑی دیر مین ہوش درست ہوجائینگے، اور اچھا ہوجائیگا -

---

ڈاکٹر موصوف اپنے تجربہ کی بنا پر لکھتے ہین کہ یہ دوائین جسقدر جلد استعمال کرائی جاسکین، اسیقدر ان کے موثر وکارگر ہونے کی زیادہ توقع ہے، کیلے کا تازہ عرق اگرچہ بدمزہ ہوتا ہے لیکن نہایت مجرب علاج ہے، علی ہذا گانجہ کی چلم کی ٹکیہ کا عرق بھی نہایت مفید ثابت ہوا ہے، کئی سال ہوئے ہزاری باغ (اُڑیسہ) مین ایک عورت کو ایک کالے سانپ نے ڈس لیا، وہان کے ایک سائنٹسٹ کو پورے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد خبر ہوئی، اُس نے آتے ہی مارگزیدہ کے زخم کے ارد گرد شگاف دینا شروع کئے

لیکن سرخ خون کی چھینٹ بھی نظر نہ آئی، رفتہ رفتہ اس نے تمام اعضائے جسم مین تلاش کی لیکن سر اور کھوپری تک کا خون نیلا پڑ چکا تھا، سرخی کا مطلق نشان نہ تھا، بالآخر پپوٹون کے نیچے خون کی سرخی نظر آئی اور وہین معالج نے شگاف دیکر گانجہ کا پانی داخل کر دیا، عورت اُسوقت بے ہوش اور بیحس پڑی ہوئی تھی، لیکن دو گھنٹہ گذرنے کے بعد اُسکے ہوش وحواس درست ہوگئے اور اچھی طرح چلنے پھرنے لگی، یہانتک کہ اب کئی برس ہوگئے ہین اور مار گزیدگی کا کوئی ضعیف سا اثر بھی اُسکی صحت پر نہین،

ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ کے ایک مضمون نگار نے جو جاپان کی سیاحت سے واپس آیا ہے، اخبار مذکور مین جاپانیون کے نظام تعلیم پر ایک مفصل مضمون تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتا ہے کہ جو شئے ایک سیاح کی توجہ کو سب سے زیادہ اپنی جانب کھینچتی ہے وہ اس ملک مین تعلیم کی عمومیت ہے، جس لڑکے یا لڑکی پر نظر پڑتی ہے، وہ مدرسہ کی طالب العلم ہی نکلتی ہے، اور شاید ایک متنفس بھی ایسا نہ نکلے، جو لکھنے پڑھنے سے ناآشنا ہو، ایک خاص بات یہ ہے کہ تعلیم کا شوق زمانۂ طالب العلمی تک محدود نہین رہتا، بلکہ اسکے بعد بھی برابر قائم رہتا ہے، چنانچہ مجھے ریل یا ٹراموے مین جب اُن کے ساتھ ہمسفر ہونے کا اتفاق ہوا، تو عموماً مین نے انہین جرمن یا فرنچ زبان کی دقیق کتابون مین مطالعہ کرتے پایا، وسائل ہند و یورپ کے متعلق معلومات بہم پہنچانے والی کتابون کو وہ خاص ذوق سے پڑھتے رہتے ہین، ایک روز پانچ بجے شام کو مین ٹوکیو کی امپریل یونیورسٹی مین گیا، اور یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ ایسے ناوقت بھی ۱۵۰ طلبہ غایت انہماک و یکسوئی کے ساتھ مشغول مطالعہ ہین، جاپان و انگلستان کے نظامات تعلیم مین خاص فرق یہ ہے کہ انگلستان مین تعلیم کی اصلی غایت شخصیت وانفرادیت کا نشو ونما سمجھا جاتا ہے، بخلاف اسکے جاپان مین قومی اغراض وجماعتی مقاصد کا خیال سب پر غالب رہتا ہے، چنانچہ اسوقت نوّے (۹۰) لاکھ کی تعداد مین

جو طلبہ زیر تعلیم ہین، معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فرائض ومناصب ملکی کے لئے ان سب کی جگہین متعین ہو چکی ہین۔

جاپان کی کل تعلیم گاہون کو چار طبقون مین رکھا جا سکتا ہے:

(۱) کنڈر گارٹن مدرسہ - یہ بالکل بچون کی تعلیم کے لئے ہوتے ہین، جنہین کھیل کود کے ذریعہ سے تعلیم دیجاتی ہے، ان مین تین برس کے سن سے بچون کا داخلہ ہونے لگتا ہے۔

(۲) مدارس ابتدائی، ان مین عموماً چھ سال کی عمر کے بچے لئے جاتے ہین، اور ان کی مدت درس بھی چھ سال کی ہے۔

(۳) مدارس ثانوی، ان مین عموماً بارہ سال کی عمر کے بچے لئے جاتے ہین، اور اُنکی مدت درس پانچ سال کی ہے۔

(۴) مدارس اعلیٰ، یا ہائی اسکول، اُنکی مدت تعلیم تین سال کی ہے، اور ان مین عموماً سترہ برس کی عمر کے طلبہ لئے جاتے ہین، تعلیم یونیورسٹی مین داخل ہونے کا یہ پہلا دروازہ ہے، ان مدرسون مین داخلہ انتخاب مقابلہ سے ہوتا ہے، اور مقابلہ بہت سخت ہوتا ہے، چنانچہ اُمیدواران داخلہ کا صرف ۱/۴ حصہ کامیاب ہوتا ہے اور باقی ۳/۴ حصہ منہ دیکھکر رہجاتا ہے۔

اس طرح یونیورسٹی مین داخل ہونے سے قبل پورے چودہ برس کی مدت تعلیم (علاوہ کنڈرگارٹن تعلیم کے زمانہ کے) درکار ہوتی ہے، ملک مین عام وابتدائی تعلیم کی جسقدر سہولتین ہین، ویسی ہی اعلیٰ یونیورسٹی تعلیم کے لئے شرائط وقیود ہین، چنانچہ بہت ہی محدود تعداد مین ایسے خوش نصیب ہوتے ہین جو یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ مند ہو سکین۔

امپریئل یونیورسٹی کے گریجوئیٹون نے، بعد تکمیل تعلیم جس جس تعداد مین جن جن مشاغل کو اختیار کیا اُسکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

پیشۂ معلّمی	۳۰۰۰۰
وکالت	۷۰۰
تجارت وکاروبار	۴۰۰۰
ملازمت سرکاری	۴۰۰۰

بہترین دماغ عموماً تجارت یا معلّمی کے پیشہ کو انتخاب کرتے ہین جو لوگ فرائض درس وتدریس مین لگے رہتے ہین، حکومت کی جانب سے اُن کا خاص اعزاز واکرام ہوتا رہتا ہے۔

انگلستان کی طرح جاپان مین بھی اکثر دقت یہ پڑجاتی ہے کہ طلبہ کی تعداد کی مناسبت سے مدارس موجود نہین ہوتے، اسلئے گنجائش کی سخت قلت ہوجاتی ہے، اسکا علاج یہ نکالا گیا ہے کہ اکثر تو درجہ مین اس تعداد سے زیادہ طلبہ داخل کرلئے جاتے ہین، جسکی اجازت سررشتۂ تعلیم سے ہوتی ہے، دوسرے ایک ہی عمارت مین مدارس کے اوقات دن مین کئی کئی بار کردیئے جاتے ہین، گویا ایک عمارت دو دو مدرسون کا کام دیتی ہے، مدارس کی عمارتین عموماً چوبین ہوتی ہین، کمرے ہمیشہ نہایت روشن، بلند، اور ہوادار ہوتے ہین، طلبہ کی ورزش جسمانی اور مردانہ کھیلون پر خاص توجہ رہتی ہے۔

ملک ہالینڈ مین گایون کی یہ کثرت ہے کہ ہر شخص کے پرتہ مین ایک ایک گائے پڑتی ہے۔

ادبیات

افاداتِ اکبر مرحوم

غیر مطبوعہ

دانت کا درد بدستور چلا جاتا ہے　　وہی ماز دہی کا زور چلا جاتا ہے
ڈاردِن کے اسی لکچر کا سبق ہے ابتک　　وہی بندر وہی لنگور چلا جاتا ہے
برق کے لمپ سے آنکھون کو بچائے اللہ　　روشنی آتی ہے اور نور چلا جاتا ہے
شیخ صاحب کی کمر جھک گئی اور دل نہ جھکا　　آج تک شوقِ سقنقور چلا جاتا ہے

ارمان بقدر طاقت ہر سو نکل رہے ہین　　صاحب تو اڑ رہے ہین اور ہم اچھل رہے ہین
غصہ مین ہین ہم اُن پر وہ ہمپہ ہنس رہے ہین　　دامِ فریبِ دنیا مین دونون پھنس رہے ہین
دونون کو چاہیئے یہ طاعت سے منہ نہ موڑین　　وہ اپنا جبر چھوڑین ہم صبر کو نہ چھوڑین

حامی جنون کی راہِ خدا ہو تو کیا کرون　　ہوش آفرین ہی ہوش ربا ہو تو کیا کرون
الفاظ پر مرے ہے بجا اعتراضِ شیخ　　مطلب مگر جو یونہی ادا ہو تو کیا کرون

دل شکستہ مین کہ سازِ جان نواز بھی ہے　　لرز رہا ہون مین جس سے اُسی پہ ناز بھی ہے

یہی الفاظ کہکر ذہن خفتہ کو جگاتا ہے
"تشریبت" "سر جہکاتا ہے" "طریقت" "دل لگاتا ہے"

تنخواہ کے لئے ہے نہ ہے واہ کے لئے
ہے میری شاعری دلِ آگاہ کے لئے

ہے یہ دعا کہ ترک فضولی نصیب ہو
جو کچھ کہون وہ ہو فقط اللہ کے لئے

اک غل مچا کہ اسکو بھی لیسنس ہے ضرور
مُنہ کہل چکا تہا درِ نہ مرا آہ کے لئے

غزل

جناب عزیز لکہنوی

روحِ حیات آپکی تقریر ہوگئی
جو بات کی نوشتۂ تقدیر ہوگئی

جتنی مصیبتین تہین وہ لکہدین مرے بیان
بس ختم سعیِ کاتبِ تقدیر ہوگئی

تا نزع مین بھی سلسلۂ قیدِ غم رہی
اینٹھی جو رگ وہ حلقۂ زنجیر ہوگئی

دل کو جلا کے دولتِ جاوید پا گیا
اتنی سی خاک مایۂ اکسیر ہوگئی

ناسور آج ہر بُنِ مُو ہے زہے نصیب
اے کاوشِ مژہ تری تفسیر ہوگئی

اے سعیِ نامراد بتا کیا جواب دُون
تقدیر پوچھتی ہے کہ تدبیر ہوگئی؟

کہیئے کہ اب مین اپنی حقیقت کو کیا کہون
جو سانس لی وہ آپکی تصویر ہوگئی

ہاتہون سے میرے دامنِ رحمت چھڑا تو دے
ہان ہان یہ جانتا ہون کہ تقصیر ہوگئی

کیا واسطہ بتون سے دلِ بت شکن تجھے
یہ بھی کوئی خلیل کی تعمیر ہوگئی

آزاد ہون قیودِ جہنم سے دوستو!
میری حیات ہی مجھے تعزیر ہوگئی

یہ کہکے میری روح نے منزل تمام کی
اے میرے ساتھیو اب مجھے تاخیر ہوگئی

آتا ہے کوئی گورِ غریبان پر اس طرح
زندہ اگر یہ محفلِ تصویر ہوگئی

ہنی کی شرح نزع مین کرتا مگر عزیز
دو ہچکیون مین ختم یہ تفسیر ہوگئی

غزل فارسی

حسام الملک نواب سید علی حسن خان طاہر

رسیدہ دل ز تو ابروئی یار نزدیک است
کمان کشیدہ بیا کین شکار نزدیک است

حیاتِ عاشق دلِ خستہ گر وفا نکند
وصالِ یار بصد انتظار نزدیک است

چو گل کشادہ گریبان بہ سیر باغ بیا
زدند زمزمہ مرغان بہار نزدیک است

بدیر و کعبہ مرو راہِ گوشۂ دل گیر
مقام دوست ازین رہگزار نزدیک است

ز واعظان مطلب صاف گوئی رندان
کلامِ بے طرف از اعتبار نزدیک است

قرار عیش بہ فردا منہ چو وقت رسد
بہوش باش غمِ روزگار نزدیک است

ندیم دوست اگر غیر شد چہ غم طاہر
مریخ گردشِ لیل و نہار نزدیک است

باب التقریظ والانتقاد

رسائل عماد الملک

نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی اپنی علمی جامعیت وفضیلت کے لحاظ سے ہماری قوم کے ان مستثنی بزرگون مین ہین، جنکی مثال کے اعادہ کی مسلمانون کا انحطاط دیکھتے ہوئے کسی مستقبل قریب مین توقع نہین قائم ہوتی، اُنکی ذات مشرق ومغرب دونون کے علوم والسنہ کا سنگم ہے، زیب عنوان مجموعہ اسی محیط علم کے چند قطرات پر مشتمل ہے۔

چار سو صفحات کی وسعت مین چھوٹے بڑے سب ۱۹ مقالات وخطبات شامل ہین، ان مین دو یعنی "سقراط" اور "گذارش بحضور امیر حبیب اللہ خان" علی الترتیب عربی اور فارسی مین ہین، عربی وفارسی کی تحریر قدیم، شگفتہ وسلیس طرز انشا کا ایک عمدہ نمونہ ہے، ایک مضمون "علمی مصطلحات دیسی زبانون مین" ہے، یہ اصل مین نواب صاحب نے انگریزی مین لکھا تھا، جسکا ترجمہ حال مین رسالہ اردو مین نکلا تھا، وہی اب اس مجموعہ مین داخل کرلیا گیا ہے، یہ مضمون اگرچہ آج سے ۱۶، ۱۷ برس پہلے لکھا گیا تھا، لیکن اس سے استفادہ کی حاجت اسوقت بھی اُسی طرح قائم ہے، جسطرح کہ بوقت تحریر تھی۔

ان تین مضامین کے علاوہ جو آخر کتاب مین شامل ہین، رسائل کا بقیہ حصہ (بجز ایک خطبۂ صدارت کے) براہ راست اردو کی ملک ہے۔ سب سے پہلے "ابن رشد اور اوس کے معاصر ابن زہر، عبد الملک ابن زہر، ابوبکر ابن زہر، ابن ماجہ، اور ابن طفیل، اکابر حکمائے اسلام کے تراجم درج ہین، ان کے بعد "راستی اور راستبازی" کے عنوان سے ایک اخلاقی مضمون ہے،

جسمین سچائی کے وسیع معنی کی تشریح کیگئی ہے، پھر "اقبال وادبار" پر ایک مضمون ہے، جسمین ان الفاظ کے غلط استعمال پر تنبیہ اور ان کے صحیح مفہوم کی توضیح ہے، کہ اقبال وادبار کسی قوم کے اسباب نکبت نہین (جیسا کہ عام زبانون پر جاری ہے) بلکہ نتائج نکبت ہین۔

"رسائل عماد الملک" کا سب سے بڑا مضمون "ہوا اور پانی" ہے، جو کتاب کے ۱۱۷ صفحات مین آیا ہے، اور سب سے زیادہ دلچسپ ومعلومات مضمون بھی یہی ہے، اسکو پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ جس کرۂ ارض پر ہم آباد ہین، اسکے حوادث وکائنات کا کتنا بڑا حصہ صرف ہوا اور پانی کے تعامل یا باہمی فعل وانفعال کا کرشمہ ہے، یہ مضمون اگرچہ شروع سے آخر تک جدید طبعیات وجغرافیۂ طبعی کے خالص علمی مسائل کا بیان ہے، لیکن کہین سے کھٹک نہین پیدا ہوتی، کہ اردو جو ایک بے مایہ زبان خیال کیجاتی ہے، اُسکے لئے یہ مطالب کچھ بھی اجنبی ونامانوس ہین، کاش جو قلم یہ اعجاز دکھا سکتا ہے، اگر اُس نے حکمیات جدیدہ کے مختلف مباحث پر ہزار پانچسو صفحے لکھدیئے ہوتے، تو ہماری زبان کا راستہ یقیناً بہت کچھ صاف وہموار ہوجاتا! اور محض انگریزی کی ادھوری تعلیم پانے والون کا قلم جو اپنے بیجا حصا کی بدولت اس وادی مین قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے، اسکو ایک شمع راہ ہات آجاتی۔

"ہوا اور پانی" کے بعد "غذاے نباتات" اور "زمین کو کیونکر درست کرنا چاہیئے؟" پر جو دو مضمون ہین وہ بھی معلومات افزا، اور زمینداروں یا کاشتکارون کے لئے خاص طور پر مفید ہین، ان کے بعد ایک چھوٹا سا مضمون "کیتکی یعنی ہاتھی چنگھاڑ کے درخت" پر ہے۔

ان رسائل مین ایک "خط موسومۂ سرسید متعلق نیشنل کانگرس" بھی شامل کردیا گیا ہے، اسمین نواب صاحب نے کانگرس کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اور سید صاحب مرحوم کی رائے سے اس بارے مین نہ صرف معمولی طور پر اتفاق ظاہر کیا ہے، بلکہ قریباً پورے ۲۰ صفحون مین انکی نہایت شد ومد سے تائید کی ہے، اس تائید کے صواب وخطا سے یہان گفتگو نہین۔

البتہ یہ انقلاب کسقدر عبرت انگیز ہے کہ اس خط کا لکھنے والا قلم جو وقت ان فقرون پر تمنا کر
یین خوشی سے دیکھتا ہون کہ عموماً ہمارے ہم ملت اس چاہ خس پوش (کانگرس) مین دیدہ ودانستہ
گرنے سے احتراز کرتے ہین" اسوقت کاتب کے حاشیۂ خیال مین بھی یہ بات ہوگی کہ خود اُسی کی
زندگی ہی مین واقعات وحوادث کا ایسا زبردست سیلاب آنے والا ہے، جو "دیدہ ودانستہ" کی
نوبت ہی نہ دیگا، اور جس کانگرس مین صرف "بعض ناتجربہ کار نوجوان مسلمانون کی صورتین نظر آجاتی ہین"
اُسی کو طنزاً سنہ ۱۹۲۰ء مین "مسلمانون کی کانگرس" کہا جائیگا!

لیکن سچ پوچھو تو یہ واقعۂ عبرت سب سے زیادہ "شملہ" اور "ڈاوننگ اسٹریٹ" کے
درماندہ تدبیرون کے لئے سبق آموز ہے کہ جس قوم کے اکابر صرف چند سال پہلے انگریزی حکومت کو
مسلمانون کا سب سے بڑا دوست سمجھتے تھے، وہی قوم اُسی حکومت کو آج اپنا سب سے بڑا
دشمن جانتی ہے!

نواب عماد الملک بہادر اگرچہ قومی زندگی مین کبھی طبل وعلم لیکر نہین داخل ہوئے، لیکن مسلمانون
کی علمی اور تعلیمی خدمت اُن کا مشغلہ رہا ہے، اور قومی تعلیم کے بارہ مین اُنکی فکر صائب نے چوتھائی صدی
پیشتر مسلمانون کو جو مشورہ دیا تھا اُسکی صحت روز بروز نمایان ہوتی گئی، وہ انگریزی تعلیم کی ضرورت کے
جسقدر زبردست حامی رہے ہین، اُسیقدر بے باکی سے اُنہون نے اسکے موجودہ نظام مین جو نقائص
ہین اُنکی پردہ دری بھی کی ہے، اُن کے نزدیک انگریزی تعلیم اُسوقت تک برابر بجائے مفید ہونیکے
مضر ثابت ہوتی رہیگی، جبتک مذہبی تعلیم وتربیت اُسکا غیر منفک جزو نہو، اور عربی زبان وعلوم نصاب
تعلیم کے لازمی عناصر نہ بنجائین۔

سنہ ۱۸۹۶ء اور سنہ ۱۹۱۰ء کی "محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس" مین بحیثیتِ صدر نواب صاحب نے
جن خطبات مین ان خیالات کا اظہار فرمایا ہے، وہ اُن رسائل مین شامل ہین، نیز تعلیمی موضوع پر

سب سے آخری خطبۂ صدارت، جو اُنھون نے سنہ ۱۹۱۹ء مین حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس مین
ارشاد کیا تھا، وہ بھی اسی مجموعہ مین داخل ہے، ان خطبات کے خیالات ممکن ہے کہ اب اچھوتے
نہ رہے ہون، لیکن ان پر عمل کا "ہنوز روز اول" ہے۔

اور ہم اس موقع پر علی گڈھ مُسلم یونیورسٹی کے ارباب لبست وکشاد کو یہ یاد دلائے بغیر نہین
رہ سکتے کہ اسکے وجود وقیام سے نواب صاحب نے قوم کو کیا اُمید بندھائی تھی[1]:-

"اسی مدرسہ کو وسعت دیکر قریب زمانہ مین ہم ایک یونیورسٹی مسلمانون کے لئے قائم کرسکین جسمین مثل قدیم مدارس کلیۂ قرطبہ وبغداد وسمرقند کے
اگر تمام اسلامی بلاد دنیا سے نہین تو خیر تمام ہندوستان کے اقطاع وصوبہ جات سے طلبہ آکر تحصیل علم کرسکین، اور جو رفتہ رفتہ ہند کی
اسلامی دنیا کے علمی واخلاقی جذبات وخیالات کا ایک مرکز عظیم بنجائے، کیا عجب ہے کہ پھر اس مدرسہ کی بدولت ہمارے ہان ایک نیا
ابن رشد یا بوعلی سینا پیدا ہو، جو فلسفۂ جدیدہ کے شکوک کو حل کرتا رہے، طب مین نئی طبیعات وعلم حیات وعلم کیمیا ونباتات کی مدد سے
ایک نیا ابوزکریا رازی یا نیا ابن زہر نئی نئی تحقیق کرکے نئے نئے علاج نکالے، ایک نیا ابن موسیٰ نئے نئے حیل اختراع کرے،
ایک نیا طوسی نئے نئے سیارے اور نادیدہ اقمار ہمکو دکھائے،"

اسی خطبہ مین چار صفحے آگے یونیورسٹی ہی کے سلسلہ مین ارشاد ہے کہ "ہماری مذہبی تعلیم جسکو
ہم کسی عنوان سے نہین چھوڑ سکتے، اُسکا بندوبست مسلمانون کے واسطے جیسا کہ اب کیا جاتا ہے بہت
کچھ اضافہ کے ساتھ اُسوقت (یعنی جب یونیورسٹی قائم ہوجائے) پر کیا جائیگا، اور دینیات مثلاً کلام تفسیر
وحدیث وفقہ واصول وغیرہ کے لئے ایک فیکلٹی علٰحدہ ہوگی"۔

اس ضمن مین یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ باعتبار مقاصد قومی سب سے زیادہ مہتم بالشان
یہ تجویز سید صاحب کی وفات کے بعد پیش اور منظور ہوئی کہ "مدرسۃ العلوم کی تکمیل کرکے اُسے یونیورسٹی کے
درجہ تک پہنچا دیا جائے، اور اسکے لئے کم سے کم دس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے"۔ (صفحہ ۲۷۳)
مسلمانون نے اس مطالبہ کو بہ چند اولوالعزمی کے ساتھ پورا کیا، اب دیکھنا ہے کہ اُن کی توقعات
کس حد تک پوری ہوتی ہین؟

"رسائل عماد الملک" کے شروع مین صاحب رسائل کی سوانح زندگی کا ایک تذکرہ (نوشتہ
مولوی عبد الماجد بی، اے) بھی مع تصویر شامل ہے، بڑون کی زندگی سے یون تو ہر شخص اپنی

[1] خطبۂ افتتاحی ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ سنہ ۱۹۱۰ء بمقام رامپور صفحہ ۲۵،

بصیرت کے مطابق کچھ نہ کچھ سبق حاصل کرتا ہے، لیکن نواب صاحب کی زندگی مین جو سبق افراد کے لئے نہین بلکہ کل قوم کے لئے ایک زندہ سبق ہے، وہ یہ ہے کہ تعلیم کا جو نصب العین اُنہون نے ہمیشہ سلمانون کے سامنے پیش کیا ہے، خود اُنکی ذات مین وہ مجسّم ہو کر موجود ہے، وہ نہ صرف انگریزی زبان کے اس پایہ کے عالم و انشا پرداز ہین کہ ہندوستان مین چند ہی مثالین اُنکی ہمسری کا دعوی کر سکتی ہین بلکہ جیسا کہ تمکو اُوپر معلوم ہو چکا ہے وہ عربی و فارسی کے بھی جید عالم و انشا پرداز ہین، "تذکرہ" مین اُنکی تعلیم کا حال پڑھو گے تو معلوم ہوگا کہ جس عمر مین لوگ علی العموم محض بی، اے تک پہنچتے ہین اُسی عمر مین وہ بی، اے ہونے کے ساتھ عربی مین بھی اس درجہ قابلیت رکھتے تھے کہ کیننگ کالج لکھنؤ مین عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔

ان کو چودہ برس کے سن تک خالص عربی کی تعلیم دیگئی، جب اُنکی بنیادی استعداد مستحکم ہو لی تو انگریزی شروع کی اور ۱۸، ۲۰ سال مین انٹرنس سے لیکر بی، اے تک تمام امتحانات پاس کئے اور سب مین بدرجۂ اول کامیابی حاصل کی، کیا یہی جزئی مثال سلمانون کی تعلیم کے لئے کلّی اصول کا کام نہین دیسکتی؟

"رسائل عماد الملک" کے ملنے کا پتہ، الیاس قریشی صاحب وکیل ہائیکورٹ، افضل گنج، حیدر آباد (دکن) ہے، قیمت چار روپیہ ہے، لکھائی، چھپائی وغیرہ کی ظاہری زیبائش کے لحاظ سے بھی کتاب پسندیدہ ہے۔

تسہیل البلاغۃ

اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت پر سب سے پہلی مستند اور دلکش تصنیف، مصنفہ پروفیسر مرزا سجاد بیگ، ۰۰۰ صفحات، قیمت ۸؁،

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

سرمایۂ اشک، مختلف اہل قلم کے ترجمہ کئے ہوئے چار مختصر افسانون کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ایک موقت الشیوع رسالہ مین چھپے تھے، اور مقبول عام ہوئے تھے، مشرقی کتبخانہ لاہور نے چھوٹی تقطیع پر اسکو شایع کیا ہے، قیمت ۶/،

سمرنا کی خونین داستان، منشی مشتاق احمد صاحب میرٹھی، ناظم قومی دار الاشاعۃ محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ ہمارے شکریہ کے مستحق ہین کہ وہ خلافت اور متعلقات خلافت پر ملک کے اکثر مستند علما اور ارباب قلم کے لکھے ہوئے مضامین کو چھوٹے چھوٹے رسائل مین چھپوا کر شایع کرتے رہتے ہین اور اُن سے عام سلمانونکو فائدہ پہنچتا رہتا ہے، یہ رسالہ بھی اُنہین نے شایع کیا ہے، یہ اُن مضامین کا مجموعہ ہے جسکو ترکی مجلس دفاع ملی نے شایع کیا تھا، اور جسمین یورپین اور ترکی افسرون کی سمرنا کے یونانی مظالم کی شہادتین درج ہین، ۳۲ صفحے، قیمت ۳/،

حادثۂ نجف اشرف، اسکو بھی قومی دار الاشاعۃ میرٹھ نے شایع کیا ہے، اسمین نجف اشرف پر گولہ باری اور وہان کے دیگر مصائب و بربادی کا تذکرہ ہے، قیمت ۲/۔

جذبات الصداقۃ، جناب مولانا عبد الماجد صاحب القادری البدایونی نے طلبای مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے استفتاے ترک موالات کا جواب لکھا تھا، قومی دار الاشاعۃ میرٹھ نے اسکو اس نام سے شایع کیا ہے، قیمت ۳۰/،

مولانا محمد علی، جناب محمد حسن صاحب نے اس نام سے محترم محمد علی کے حالات و سوانح مین ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، سرورق پر انکی تصویر ہے، پتہ: ہندوستان ریویو، لاہور، قیمت ۱۲/،

گلزارِ اولیا، جناب اہلیۂ مولوی عبد القادر صاحب مرحوم سابق رجسٹرار حیدرآباد دکن نے متعدد بزرگون اور برگزیدون کے اخلاقی واقعات اور اقوال اس کتاب مین یکجا کئے ہین، اُن کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہین، تالیف سے زیادہ اس کتاب کی طباعت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قدیم طریق پر ہاتھ سے بنائے ہوئے کاغذ پر چھپی ہے، چار آنہ کے ٹکٹ بھیجنے پر یہ کتاب اس پتہ سے ملیگی۔ نصیر الدین صاحب ہاشمی، کٹلمنڈی، حیدرآباد دکن،

العقد المنضد، شام کے ایک شاعر خلیل مطران (غالباً عیسائی) نے عربی مین ایک قومی نظم لکھی تھی، جو قاہرہ کے مختارات الزہور مین چھپی تھی، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے عربی پروفیسر شیخ عبد الحق حقی، اعظمی، البغدادی نے اسکی تخمیس کی ہے، اور اب اسکو مطبع الہلال مصر سے چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اس نظم کا تخیل یہ ہے کہ ایک ترقی طلب قوم تمامتر اپنے حرکات، جذبات، اور ارادات مین ایک بچہ کے مانند ہوتی ہے، وہ عجیب عجیب خواب دیکھتا ہے، اپنے ننھے ننھے ہاتھون سے وہ چاند کو پکڑ لینا چاہتا ہے، لیکن فطرت اسکو اسکی جذبات و ارادون کے مطابق نہین، بلکہ بڑے صبر آزما طریق رفتہ رفتہ اور بتدریج اسکو قوت و طاقت بخشتی ہے، اور آخر وہ جوان ہو کر اپنے خواب کی تکمیل کرتا ہے، اسی طرح ایک ترقی طلب قوم جو ابھی آزادی کے رتبہ کو نہین پہنچی ہے، اُسکو دفعتہً نہین بلکہ آہستہ آہستہ اپنے منازل کو طے کرنا پڑیگا۔

نظم کے اس سادہ نقشہ مین رنگ بھرنا ناظرین کے لئے نہایت آسان ہے، اور یہ کام ہم انہین پر چھوڑتے ہین، اور صرف یہ کہنا چاہتے ہین کہ ساحران یورپ کے سحر سیاسی کا یہ پہلا منتر ہے جو ہر نئے ملک مین پھونکا جاتا ہے، والعیاذ باللہ منہ۔

گلابی اُردو، کے نام سے اکتوبر مین جس رسالہ پر ریویو کیا گیا ہے، اسکی قیمت [illegible] ہے، اور نقیب پریس بدایون سے ملیگا۔

مجلد ہشتم | ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۱ء | عدد ششم

مضامین